﴿......اِنَّ الفَضلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ☆﴾(آل عمران:۷۴) ﴿......عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَاماً مَّحْمُوْداً﴾ (بنی اسرائیل:۸۰)

الفضل

ہفت روزہ

انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ :— نصیر احمد قمر

جلد ۷ جمعۃ المبارک ۱۵؍دسمبر ۲۰۰۰ء شمارہ ۵۰

۱۸؍رمضان ۱۴۲۱ ہجری ☆ ۱۵؍فتح ۱۳۷۹ ہجری شمسی

روزے کی جزا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انسان کے سب کام اس کے اپنے لئے ہیں مگر روزہ میرے لئے ہے اور میں خود اس کی جزا بنوں گا۔ روزہ ڈھال ہے، پس جس دن تم میں سے کسی کا روزہ ہو تو نہ وہ بیہودہ باتیں کرے، نہ شور و شر کرے۔ اگر اسے کوئی گالی دے یا لڑے جھگڑے تو وہ جواب میں کہے کہ میں نے روزہ رکھا ہوا ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے! روزے دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک کستوری سے بھی زیادہ خوشگوار ہے۔ روزہ دار کے لئے دو خوشیاں مقدر ہیں جن سے وہ خوش ہوتا ہے۔ ایک خوشی اسے اس وقت ہوتی ہے جب وہ روزہ افطار کرتا ہے اور جب وہ اپنے رب سے ملاقات کرے گا تو وہ اپنے روزے کی وجہ سے خوش ہوگا۔

(بخاری کتاب الصوم باب هل یقول انی صائم فاشتم)

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام﴾

جو شخص مریض اور مسافر ہونے کی حالت میں ماہ صیام میں روزہ رکھتا ہے وہ خدا تعالیٰ کے صریح حکم کی نافرمانی کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رضا فرمانبرداری میں ہے۔ جو حکم وہ دے اس کی اطاعت کی جاوے

"یعنی مریض اور مسافر روزہ نہ رکھے اس میں امر ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا کہ جس کا اختیار ہو رکھ لے جس کا اختیار ہو نہ رکھے۔ میرے خیال میں مسافر کو روزہ نہیں رکھنا چاہئے۔ اور چونکہ عام طور پر اکثر رکھ لیتے ہیں اس لئے اگر کوئی تعامل سمجھ کر رکھ لے تو کوئی حرج نہیں۔ مگر ﴿عِدَّۃٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ﴾ کا پھر بھی لحاظ رکھنا چاہئے۔

سفر میں تکالیف اٹھا کو جو انسان روزہ رکھتا ہے تو گویا اپنے زور بازو سے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا چاہتا ہے۔ اس کو اطاعتِ امر سے خوش نہیں کرنا چاہتا یہ غلطی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت امر اور نہی میں سچا ایمان ہے۔ (الحکم جلد ۳ نمبر ۴ مورخہ ۳۱؍جنوری ۱۸۹۹ء صفحہ ۷)

میرا مذہب یہ ہے کہ انسان بہت دقتیں اپنے اوپر نہ ڈال لے۔ عرف میں جس کو سفر کہتے ہیں خواہ وہ دو تین کوس کا ہی ہو اس میں قصر و سفر کے مسائل پر عمل کرے۔ 'اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ'۔ بعض دفعہ ہم دو دو تین تین میل اپنے دوستوں کے ساتھ سیر کرتے ہوئے چلے جاتے ہیں مگر کسی کے دل میں یہ خیال نہیں آتا کہ ہم سفر میں ہیں۔ لیکن جب انسان اپنی گٹھڑی اٹھا کر سفر کی نیت سے چل پڑتا ہے تو وہ مسافر ہوتا ہے۔ شریعت کی بنا وقت پر نہیں ہے جس کو تم عرف میں سفر سمجھو وہی سفر ہے اور جیسا کہ خدا کے فرائض پر عمل کیا جاتا ہے ویسا ہی رخصتوں پر عمل کرنا چاہئے۔ فرض بھی خدا کی طرف سے ہیں اور رخصت بھی خدا کی طرف سے۔ (الحکم جلد ۵ نمبر ۶ مورخہ ۱۷؍فروری ۱۹۰۱ء صفحہ ۱۳)

اصل بات یہ ہے کہ قرآن شریف کی رخصتوں پر عمل کرنا بھی تقویٰ ہے۔ خدا تعالیٰ نے مسافر اور بیمار کو دوسرے وقت رکھنے کی اجازت اور رخصت دی ہے اس لئے اس حکم پر بھی تو عمل رکھنا چاہئے۔ مَیں نے پڑھا ہے کہ اکثر اکابر اس طرف گئے ہیں کہ اگر کوئی حالت سفر یا بیماری میں روزہ رکھتا ہے تو یہ معصیت ہے۔ کیونکہ غرض تو اللہ تعالیٰ کی رضا ہے نہ اپنی مرضی۔ اور اللہ تعالیٰ کی رضا فرمانبرداری میں ہے۔ جو حکم وہ دے اس کی اطاعت کی جاوے اور اپنی طرف سے اس پر حاشیہ نہ چڑھایا جاوے۔ اس نے تو یہی حکم دیا ہے ﴿مَنْ کَانَ مِنْکُمْ مَّرِیْضًا اَوْ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّۃٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ﴾۔ اس میں کوئی قید اور نہیں لگائی کہ ایسا سفر ہو یا ایسی بیماری ہو، میں سفر کی حالت میں روزہ نہیں رکھتا اور ایسا ہی بیماری کی حالت میں۔ چنانچہ آج بھی میری طبیعت اچھی نہیں اور مَیں نے روزہ نہیں رکھا۔

(الحکم جلد ۱۱ نمبر ۴ مورخہ ۳۱؍جنوری ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۴)

﴿مَنْ کَانَ مِنْکُمْ مَّرِیْضًا اَوْ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّۃٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ﴾۔ اگر تم مریض ہو یا کسی سفر قلیل یا کثیر پر ہو تو اسی قدر روزے اور دنوں میں رکھ لو۔ سو اللہ تعالیٰ نے سفر کی کوئی حد مقرر نہیں کی اور نہ احادیث نبوی میں حد پائی جاتی ہے بلکہ محاورہ عام میں جس قدر مسافت کا نام سفر رکھتے ہو وہی سفر ہے۔ ایک منزل (سے) جو کم حرکت ہو اس کو سفر نہیں کہا جا سکتا۔

(مکتوبات جلد پنجم نمبر ۵ صفحہ ۸۱۔ مکتوب نمبر ۲۰/۲ بنام حضرت صاحبزادہ پیر سراج الحق صاحبؓ)

جو شخص مریض اور مسافر ہونے کی حالت میں ماہ صیام میں روزہ رکھتا ہے وہ خدا تعالیٰ کے صریح حکم کی نافرمانی کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے صاف فرما دیا ہے کہ مریض اور مسافر روزہ نہ رکھے۔ مرض سے صحت پانے اور سفر کے ختم ہونے کے بعد روزے رکھے۔ خدا کے اس حکم پر عمل کرنا چاہئے کیونکہ نجات فضل سے ہے نہ کہ اپنے اعمال کا زور دکھا کر کوئی نجات حاصل کر سکتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ مرض تھوڑی ہو یا بہت اور سفر چھوٹا ہو یا لمبا ہو۔ بلکہ حکم عام ہے اور اس پر عمل کرنا چاہئے۔ مریض اور مسافر اگر روزہ رکھیں گے تو ان پر حکم عدولی کا فتویٰ لازم آئے گا۔

(بدر جلد ۶ نمبر ۴۲ مورخہ ۲۲؍ستمبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۷)

سوال پیش ہوا کہ بعض اوقات رمضان ایسے موسم میں آتا ہے کہ کاشت کاروں سے جبکہ کام کی کثرت مثل تخم ریزی و درودگی ہوتی ہے ایسے ہی مزدوروں سے جن کا گزارہ مزدوری پر ہے، روزہ نہیں رکھا جاتا، ان کی نسبت کیا ارشاد ہے۔ فرمایا اَلْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ۔ یہ لوگ اپنی حالتوں کو مخفی رکھتے ہیں۔ ہر شخص تقویٰ و طہارت سے اپنی حالت سوچ لے۔ اگر کوئی اپنی جگہ مزدوری پر رکھ سکتا ہے تو ایسا کرے ورنہ مریض کے حکم میں ہے۔ پھر جب میسر ہو رکھ لے۔ (بدر جلد ۶ نمبر ۳۹ مورخہ ۲۶؍ستمبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۷)

ایک شخص نے سوال کیا کہ مَیں نے آج سے پہلے کبھی روزہ نہیں رکھا اس کا کیا فدیہ ہے؟ فرمایا: خدا ہر شخص کو اس کی وسعت سے باہر دکھ نہیں دیتا۔ وسعت کے موافق گزشتہ کا فدیہ دے دو اور آئندہ عہد کرو کہ سب روزے رکھوں گا"۔ (بدر جلد ۶ نمبر ۳۹ مورخہ ۲۶؍ستمبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۷)

☆...... زندہ قوموں کی یہ علامت ہوا کرتی ہے کہ ان کے نوجوان اس کوشش میں لگے رہتے ہیں کہ وہ اپنے بڑوں کے قائم مقام بن جائیں۔

☆...... ہمارے نوجوانوں میں دوسرے لوگوں کی نسبت زیادہ مستعدی کے ساتھ کام کرنے کی عادت ہونی چاہئے۔

(سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

تحریک جدید کے سالِ نو کا اعلان

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جمعۃ المبارک ۸ر دسمبر ۲۰۰۰ء کو مسجد فضل لندن میں خطبہ جمعہ کے دوران تحریک جدید کے سالِ نو کا باقاعدہ اعلان فرمایا۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز علالت کی وجہ سے گزشتہ کئی ہفتوں کے بعد خطبہ جمعہ کے لئے مسجد میں تشریف لائے اور فرمایا کہ آج مَیں اس لئے خود حاضر ہوا ہوں کہ میری لمبی غیر حاضری کی وجہ سے جماعت بہت بے چین تھی اور خود مَیں بھی بے چین تھا۔ حضور ایدہ اللہ نے مالی قربانی کے متعلق قرآن مجید کی آیت کریمہ حدیث نبوی اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا ایک اقتباس پڑھنے کے بعد تحریک جدید کے نئے سال کا اعلان فرمایا اور فرمایا کہ یکم نومبر سے ہم نئے سال میں داخل ہو چکے ہیں۔ حضور ایدہ اللہ نے مختلف کوائف پیش کرتے ہوئے بتایا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے تحریک جدید کا قدم ہر پہلو سے گزشتہ سال میں آگے بڑھا ہے۔ مجموعی وصولی میں بھی دو لاکھ پاؤنڈ سے زائد کا اضافہ ہے۔ اور مجاہدین تحریک جدید کی تعداد میں بھی نمایاں اضافہ ہوا ہے۔

اس کے بعد حضور ایدہ اللہ نے خاص طور پر احباب کو مختلف نصائح کرتے ہوئے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کے چھوٹے سے چھوٹے فرمان کو بھی کبھی یہ سمجھ کر نظرانداز نہیں کرنا چاہئے کہ اس کا اطلاق پرانے زمانے پر ہوتا ہے اور اب نہیں۔ حضور ایدہ اللہ نے خطبہ جمعہ میں اپنی علالت کی مختلف تفصیلات بھی بیان فرمائیں اور احباب جماعت کو مزید دعاؤں کی تحریک فرمائی اور سب خدمت کرنے والے احباب کا شکریہ ادا فرمایا۔ (خطبہ کا قدرے تفصیلی خلاصہ آئندہ شمارہ میں ملاحظہ فرمائیں)

احباب جماعت اپنے پیارے امام ایدہ اللہ کی کامل و عاجل شفایابی اور صحت و تندرستی اور الٰہی نصرت و تائید سے معمور لمبی زندگی کے لئے رمضان کے ان مبارک ایام میں خصوصیت سے دعائیں کرتے رہیں۔

صدقۃُ الفِطر

رمضان المبارک ایک نہایت بابرکت مہینہ ہے جس میں اگر انسان کوشش کرے اور رمضان المبارک کی صحیح حقیقت سے آگاہ ہو کر اس پر عمل کرے تو خدا تعالیٰ کی خوشنودی اور اس کا عرفان حاصل کر سکتا ہے۔ روزہ صرف بھوکا رہنے کا نام نہیں ہے بلکہ اس میں بہت سی حکمتیں ہیں۔ منجملہ ان کے ایک یہ بھی ہے کہ روزہ دار روزہ رکھ کر ان غریب اور مسکین لوگوں کے احتیاج کو بخوبی سمجھ سکتا ہے جو نانِ شبینہ کے حاصل کرنے میں کسی وجہ سے قاصر ہیں۔ اور ان کو روزی میسر نہ آنے کی وجہ سے فاقہ کشی کی صعوبتیں اور تکلیفیں برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ اور سردی گرمی سے بچنے کے لئے سامان نہیں پاتے۔ چونکہ روزہ دار روزہ رکھ کر ایک ماہ کے تجربے سے بھوک کی تکلیف کا پوری طرح احساس کر چکے ہوتے ہیں اور غریب اور مسکین کی فاقہ کشیوں کی تکلیف کا سمجھنا ان کے لئے مشکل نہیں رہتا اور غرباء و مساکین کو کھانا پہنچانے کا خیال ان کے لئے ایک طرح لازمی ہو جاتا ہے۔ اس لئے رسول کریم ﷺ نے غرباء و مساکین کی امداد اور ہمدردی کے لئے صدقہ و خیرات کی خاص طور پر تاکید کی اور اس احساس کا زندہ اور عملی ثبوت دینے کے لئے مسلمانوں پر صدقۃ الفطر کا ادا کرنا فرض قرار دیا۔ تاکہ وہ روزہ کے ثواب سے پوری طرح متمتع ہو سکیں اور خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس پر کثرت اور شدت کے ساتھ ایسا عمل کر کے دکھلایا ہے کہ مسلمانوں کو تو اس پر دوام حاصل کر کے ہمیشہ کے لئے غریب اور بے کسوں کے ہمدرد بنے رہنے کا خیال رکھنا ضروری ہو گیا ہے۔ ایسے غریب اور مساکین کی امداد کے لئے صدقہ و خیرات کے مستقل و عارضی امداد کے بہت سے ذرائع ہیں۔ ہر ایک انسان صدقہ و خیرات اپنی وسعت کے مطابق جس حد تک کرنا چاہے اور جب کرنا چاہے اس کے سامان وسیع ہیں۔ لیکن بالالتزام امداد کے ذرائع میں سے صدقۃ الفطر بھی ہے۔ چنانچہ ضروری ہے کہ صدقۃ الفطر کے متعلق مسلمان اس کے احکام سے واقف ہوں۔ اس لئے ذیل میں صدقۃ الفطر کے متعلق ضروری مسائل بیان کئے گئے ہیں تا احباب اس سے آگاہ ہو کر عملدرآمد میں سعی فرمائیں۔

☆...... صدقۃ الفطر ہر ایک طبقہ کے انسان پر یکساں واجب ہے جس کا ادا کرنا ہر ایک مرد، عورت، بچے، بوڑھے، آزاد، غلام پر ضروری ہے۔ جو خود ادا نہ کر سکتا ہو اس کی طرف سے ادا کرنے کا اس کو ذمہ دار قرار دیا ہے جو ان کے اخراجات کا ذمہ دار اور کفیل ہو۔

☆...... یہ صدقہ عید سے پہلے پہلے ادا کرنا ضروری ہے تا مستحق غرباء اور مساکین کے کام آ سکے۔

☆...... صدقۃ الفطر میں گندم، جو، منقہ، پنیر، انگور، کھجور وغیرہ دی جا سکتی ہے۔

☆...... فطرانہ کی مقدار ایک صاع ہے جو آنحضرت ﷺ کے زمانہ کا ایک پیمانہ ہے جس میں تین سیر پختہ غلہ آتا ہے۔ نصف صاع بھی دینا جائز ہے لیکن مستحب پورا صاع ہے۔

☆...... صدقۃ الفطر میں جنس کی بجائے اس کی قیمت بھی دی جا سکتی ہے۔

برطانیہ میں فطرانہ کی شرح ڈیڑھ پاؤنڈ فی کس ہے۔ ہر ملک میں جماعت مقامی حالات کے مطابق فطرانہ کی شرح مقرر کرتی ہے۔

عید فنڈ، صدقۃ الفطر سے بالکل جداگانہ ہے۔ صدقۃ الفطر روزہ دار کے فرائض میں سے ایک فرض ہے۔ اور عید فنڈ عید کی خوشی میں جہاں اور اخراجات کئے جاتے ہیں وہاں مرکزی فنڈ میں بھی کوئی رقم دئے جانے کے لئے مقرر ہے۔ احمدی چونکہ اپنے تمام کاموں میں مرکزی ضروریات سلسلہ کو یاد رکھتے ہیں اس لئے یہ فنڈ ہمیشہ سے عید کے موقعوں پر جمع کیا جاتا ہے۔ فی کس حسب توفیق اس فنڈ میں بھی کچھ نہ کچھ رقم ضرور دینی چاہئے۔

برطانیہ میں عید فنڈ ہر کمانے والے فرد کے لئے پانچ پاؤنڈ مقرر ہے۔ احباب اپنے ملک کے مرکزی مشن یا جماعت کے سیکرٹری مال سے رابطہ کر کے مقامی طور پر فطرانہ اور عید فنڈ کی شرح معلوم کر سکتے ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام روزہ داروں کے روزے اور عبادتیں قبول فرمائے اور رمضان المبارک میں جن نیکیوں کی انجام دہی کی توفیق عطا ہوئی ہے انہیں دوام بخشے اور ماہ رمضان کا فیض سارے سال بلکہ ساری زندگی پر محیط ہو جائے۔

انتخاب از منظوم کلام
حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

در ایام کرب

مولا سمومِ غم کے تھپیڑے پنہ! پنہ!
اب انتظامِ دفعِ بلیّات چاہئے

جھلسے گئے ہیں سینہ و دل جاں بلب ہیں ہم
جھڑیاں کرم کی، فضل کی برسات چاہئے

مانا کہ بے عمل ہیں نہیں قابلِ نظر
ہیں "خانہ زاد" پھر بھی مراعات چاہئے

پَل مارنے کی دیر ہے حاجت روائی میں
بس التفاتِ قاضیٔ حاجات چاہئے

اتنا نہ کھینچ کہ رشتۂ امید ٹوٹ جائے
بگڑے نہ جس سے بات وہی بات چاہئے

میدان حشر کے تصور میں

نہ روک راہ میں مولا! شتاب جانے دے
کھلا تو ہے تری "جنت کا باب" جانے دے

مجھے تو دامنِ رحمت میں ڈھانپ لے یوں ہی
حساب مجھ سے نہ لے "بے حساب" جانے دے

سوال مجھ سے نہ کر اے مرے سمیع و بصیر
جواب مانگ نہ اے "لاجواب" جانے دے

تجھے قسم ترے "ستّار" نام کی پیارے
بروئے حشر سوال و جواب جانے دے

ٹُلا قریب کہ یہ "خاک" پاک ہو جائے
نہ کر یہاں مری مٹی خراب جانے دے

رفیق جاں مرے۔ یارِ وفا شعار مرے
یہ آج پردہ دری کیسی؟ پردہ دار مرے

رمضان المبارک

قبولیت دعا کے خاص ایام

سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد، مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ تفسیر کبیر میں سورۃ البقرہ کی آیت ۱۸۷ ﴿وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ. اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"فرماتا ہے، اے میرے رسول! جب میرے بندے میرے متعلق تجھ سے سوال کریں اور پوچھیں کہ ہمارا خدا کہاں ہے۔ جیسے عاشق پوچھتا پھرتا ہے کہ میرا محبوب کہاں ہے تو تُو انہیں کہہ دے کہ تم گھبراؤ نہیں مَیں تو تمہارے بالکل قریب ہوں۔ یہاں ﴿عِبَادِی﴾ سے مراد عاشقانِ الٰہی ہی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس طرح عاشق ہر جگہ دوڑا پھرتا ہے اور کہتا ہے کہ میرا معشوق کہاں ہے۔ اسی طرح جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق پوچھیں تو تُو انہیں کہہ دے کہ گھبراؤ نہیں مَیں تمہارے قریب ہوں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے عشاق کے دل توڑنا نہیں چاہتا۔

پھر فرماتا ہے میرے قریب ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ ﴿اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ﴾۔ جب کوئی شخص کامل تڑپ اور سوز و گداز کے ساتھ مجھ سے دعا کرتا ہے تو مَیں اُس کی دعا کو قبول کر لیتا ہوں۔ اور یہ ثبوت ہوتا ہے اس بات کا کہ مَیں قریب ہوں۔ اگر مَیں بعید ہوتا تو مَیں اُس کی سجدے کی آہستہ آواز کو بھی کیسے سن سکتا۔ اور اگر مَیں بعید ہوتا تو اس کی گوشۂ تنہائی میں بیٹھے ہوئے ہاتھ اٹھا کر یا قیام کی صورت میں آہستہ آواز والی دعا کیسے سن لیتا۔ میرا اس دعا کا سن لینا بتاتا ہے کہ مَیں اُس کے قریب ہوں۔

دوسری جگہ قرآن کریم میں خدا تعالیٰ اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ ﴿نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ﴾ یعنی پاس ہونا تو الگ رہا جو انسان کی رگِ جان ہے ہم اُس سے بھی زیادہ اُس کے قریب ہیں۔ اس کے معنے یہ ہوئے کہ وہ پاس ہی نہیں بلکہ انسان کے اندر بیٹھا ہوا ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ پاس بیٹھنے والا صرف وہ آواز سنتا ہے جو منہ سے کہی جائے اور جو اندر بیٹھا ہو وہ، وہ بات سنتا ہے جو دل سے کہی جائے۔ گویا خدا تعالیٰ نے لفظ ﴿قَرِیْبٌ﴾ کی دوسری تشریح کر دی کہ قرب کا مفہوم یہ ہے کہ حبل الورید یعنی رگِ جان سے بھی مَیں زیادہ قریب ہوں اور مَیں ہر پکارنے والے کی پکار کو سنتا ہوں۔ خواہ وہ زبان سے کی گئی ہو یا دل میں کوئی خواہش پیدا ہوئی ہو کیونکہ میرا اس سے تعلق ایسا قریب ہے کہ مَیں اس کے دل میں بیٹھا ہوا ہوں۔

بعض لوگ کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہم نے تو بڑے اضطراب سے دعائیں کی تھیں مگر وہ قبول نہیں ہوئیں۔ پھر یہ آیت کس طرح درست ثابت ہوئی۔ اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ بے شک ﴿اَلدَّاعِ﴾ کے ایک معنے ہر پکارنے والے کے بھی ہیں۔ مگر اس کے ایک معنے ایسے پکارنے والے کے بھی ہیں جس کا اوپر ذکر ہو رہا ہے۔ اور مراد یہ ہے کہ وہ بندے جو مجھ سے صرف میرا قرب اور وصال چاہتے ہیں، مَیں ان کی دعا کو سنتا ہوں اور انہیں اپنے قرب میں جگہ دیتا ہوں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے یہاں ﴿وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ﴾ فرمایا ہے۔ یعنی وہ میرے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ اس میں روٹی کا کہیں ذکر نہیں، نوکری کا کہیں ذکر نہیں بلکہ صرف ﴿عَنِّیْ﴾ فرمایا ہے عَنِ الْخُبْزِ یا عَنِ الْوَظِیْفَةِ نہیں فرمایا۔ پس جو شخص خدا تعالیٰ کا قرب مانگے اور وہ اُسے نہ ملے اُسے تو بے شک اعتراض ہو سکتا ہے لیکن دوسروں کے لئے اس میں کوئی اعتراض کی گنجائش نہیں۔

پھر اس آیت کی عبارت ایسی ہے کہ اس سے اضطراب اور گھبراہٹ کی طرف خاص طور پر اشارہ پایا جاتا ہے۔ بعض مضامین الفاظ سے ظاہر نہیں ہوتے لیکن وہ عبارت میں پنہاں ہوتے ہیں اور یہی حالت یہاں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میرے بندے میری طرف دوڑتے ہیں۔ ان کے اندر ایک اضطراب اور عشق پیدا ہوتا ہے اور وہ چلّاتے ہیں کہ ہمارا خدا کہاں ہے تو تُو ان سے کہہ دے کہ مَیں تمہاری طرح کے پکارنے والے کی پکار کو کبھی ردّ نہیں کرتا بلکہ اُسے ضرور سنتا اور قبول کرتا ہوں۔

ایک دوسری جگہ قرآن کریم میں یہ مضمون ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے کہ ﴿وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا﴾۔ یعنی وہ لوگ جو ہم سے ملنے کی پوری کوشش کرتے ہیں ہمیں اپنی ذات ہی کی قسم ہے کہ ہم ضرور ان کو اپنے رستوں کی طرف آنے کی توفیق بخش دیتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر مذہب اور علم کے آدمی کو اپنا رستہ دکھانے کے لئے تیار رہتا ہے۔ بشرطیکہ انسان اس کے لئے کوشش کرنے اور اُس کی دعا کو وہ ضرور سن لیتا ہے۔ باقی دعاؤں کی قبولیت میں وہ انسانی مصالح کو بھی مدنظر رکھتا ہے۔ بعض دفعہ انسان جو چیز مانگتا ہے خدا تعالیٰ کے علم میں وہ اس کے لئے مہلک ہوتی ہے۔ پھر بعض دفعہ ملازمت ایک ہوتی ہے اور اسے مانگنے والے دو ہوتے ہیں۔ اب ایک ملازمت دو کو تو نہیں مل سکتی، وہ لازماً ایک ہی کو ملے گی مگر وہ چیزیں جس کے بانٹنے کے باوجود اس میں کوئی کمی نہیں آسکتی وہ خدا تعالیٰ کی ذات ہے۔ باقی تمام اشیاء محدود ہیں۔ اگر ایک چیز کے دو مانگنے والے سامنے آجائیں تو وہ لازماً زیادہ حقدار کو دی جائے گی یا اگر وہ مضر ہو تو گو اس کا کوئی حقدار نہ ہو مگر پھر بھی وہ اپنے مومن بندہ کو نہیں دے گا کیونکہ وہ دوست سے دشمنی کیونکر کر سکتا ہے۔ اور کیسے ممکن ہے کہ جس چیز کے متعلق وہ جانتا ہے کہ آگ ہے وہ اپنے دوست کو دے دے۔ غرض سب دعاؤں کی قبولیت میں روکیں ہوتی ہیں مگر ایک دعا ہے جس کے قبول ہونے میں کوئی روک نہیں اور جس کے لینے میں کوئی برائی نہیں۔ دنیا کی ہر چیز میں برائی ہو سکتی ہے جیسا کہ قرآن کریم میں آتا ہے کہ ﴿وَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ﴾ بعض نماز پڑھنے والوں کے لئے بھی ہلاکت ہے مگر خدا تعالیٰ کو مانگنے میں کوئی ویل نہیں۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ خدا تعالیٰ کسی سے اس لئے نہ ملے کہ وہ ہلاکت میں نہ پڑے یا اس لئے نہ ملے کہ خدا تعالیٰ کے وجود میں کمی نہ آجائے۔ جس طرح ہوا ہر ایک کے ناک میں جاتی ہے مگر اس میں کمی نہیں ہوتی اسی طرح خدا تعالیٰ ہر بندہ کو مل سکتا ہے اور پھر بھی اس میں کمی نہیں ہوتی۔ سورج کی شعاعوں سے سب مخلوق فائدہ اٹھاتی ہے مگر ان میں کوئی کمی نہیں آتی۔ چاند کی شعاعوں میں کوئی کمی نہیں آتی۔ تم چاند کی روشنی میں گھنٹوں بیٹھ کر لطف اٹھاؤ مگر اس کا نور پھر بھی اتنے کا اتنا ہی رہے گا۔ یہی حال خدا تعالیٰ کا ہے بلکہ خدا تعالیٰ تو ان سے بھی کامل ہے۔ ان چیزوں میں بھی ممکن ہے کوئی خفیف سی کمی ہو جاتی ہو مگر خدا تعالیٰ میں اتنی بھی نہیں ہوتی۔ اسی لئے وہ اپنے بندوں سے کہتا ہے کہ تم میری طرف آؤ۔ پھر تم دیکھو گے کہ تم کس طرح تیزی سے قدم مارتے ہوئے اس راستہ پر چل پڑو گے جس سے خدا تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ اور باوجودیکہ وہ غیر مرئی ہے تم اُس کو پا لو گے اور اس کا وصال حاصل کر لو گے۔ درحقیقت اگر غور کیا جائے تو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی روحانی ترقی اور بندوں اور خدا کے باہمی اتصال کے لئے تین تغیرات کا ذکر فرمایا ہے جن کے بغیر کوئی انسان خدا تعالیٰ تک پہنچنے میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔

سب سے پہلا تغیر جو کسی انسان کے دل میں پیدا ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ اس کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوتی ہے کہ مَیں خدا تعالیٰ سے ملوں اور اس کا قرب حاصل کروں۔ مگر ظاہر ہے کہ صرف خواہش کا پیدا ہونا اسے خدا تعالیٰ کے دربار تک نہیں پہنچا سکتا بلکہ ضروری ہوتا ہے کہ اسے کوئی ایسا ہادی اور رہنما میسر آئے جو اسے اس مقصد میں کامیابی کا طریق بتائے۔ اور اس کی مشکلات کو دور کرے۔ اسلام اس فطری تقاضا کی اہمیت کو تسلیم کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ بے شک ان لوگوں کے دلوں میں یہ خواہش تو پیدا ہو گئی ہے کہ انہیں خدا ملنا چاہئے لیکن اب دوسرا تغیر ان میں یہ بھی پیدا ہونا چاہئے کہ وہ تجھ سے پوچھیں۔ یعنی ہدایت پانے اور خدا تعالیٰ کو تلاش کرنے کے لئے انہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی طرف جانا چاہئے۔ اور آپؐ سے اپنے محبوب حقیقی کا پتہ دریافت کرنا چاہئے۔ جس طرح بیمار کی تندرستی کے لئے ایک تو اس بات کی ضرورت ہوتی ہے کہ وہ سمجھ لے کہ وہ بیمار ہے۔ اور دوسرے اس بات کی ضرورت ہوتی ہے کہ وہ اس ڈاکٹر کے پاس جائے جو اعلیٰ درجہ کا تجربہ کار ہو۔ اسی طرح خدا تعالیٰ کو پانے کے لئے بھی ضروری ہے کہ نہ صرف خدا تعالیٰ کو پانے کی سچی خواہش انسان کے دل میں پیدا ہو بلکہ وہ اس خواہش کے حصول کے لئے محمد رسول اللہ ﷺ کی اقتداء اختیار کرلے جو انسان کو خدا تعالیٰ تک پہنچانے والے ہیں۔

پھر تیسری بات جو قرب الٰہی کے لئے ضروری ہے اور جس کی طرف اس آیت میں اشارہ کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ ان کا سوال ﴿عَنِّیْ﴾ ہو۔ یعنی ان کی غرض محض خدا تعالیٰ کو پانا ہو۔ لوگ کئی اغراض کے ماتحت مذہب میں داخل ہوتے ہیں۔ بعض لوگ محض ایک جماعت میں منسلک ہونے کے لئے داخل ہوتے ہیں، بعض اخلاق فاضلہ کے حصول کے لئے داخل ہوتے ہیں، بعض معاشرت یا تمدن کے خیال سے داخل ہوتے ہیں۔ مگر فرمایا ان کا سچے مذہب میں داخل ہونا محض خدا تعالیٰ کے وصال اور اس کے قرب کے حصول کے لئے ہو۔ کوئی اور خواہش اس کے پیچھے کام نہ کر رہی ہو۔ ہاں اگر دوسرے فوائد ضمنی طور پر حاصل ہو جائیں تو اَور بات ہے۔ لیکن اصل غرض محض خدا تعالیٰ کا حصول ہونا چاہئے۔

پھر عربی زبان کا یہ قاعدہ ہے کہ جب 'اِذَا' کے بعد 'ف' آتی ہے تو اس کے یہ معنے ہوتے ہیں کہ پہلے کام کے نتیجہ میں فلاں بات پیدا ہوئی۔ اس جگہ بھی ﴿وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ﴾ کے یہ معنے ہیں کہ جب یہ تین باتیں جمع ہو جائیں یعنی سوال کرنے والے سوال کریں کہ ہمیں خدا تعالیٰ کی ضرورت ہے۔ پھر تجھ سے سوال کریں، فلاسفروں اور سائنسدانوں سے سوال نہ کریں، عیسیٰؑ یا موسیٰؑ سے سوال نہ کریں بلکہ تیرے پاس آئیں، قرآن کے پاس آئیں یا تیرے خلفاء کے پاس آئیں اور پھر وہ میری ذات کے متعلق سوال کریں تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مَیں ان کے قریب ہو جاتا ہوں اور انہیں اپنا چہرہ دکھا دیتا ہوں۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے جس کا جواب دینا ضروری معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ جب سورۃ 'قٓ' میں جو کہ مکّی صورت ہے خدا تعالیٰ یہ فرما چکا تھا کہ ﴿نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ﴾ (ق آیت ۷) ہم انسان سے اس کی رگ جان سے بھی زیادہ قریب ہیں تو پھر سورۃ بقرہ میں جو مدنی سورۃ ہے یہ فرمانے کی کیا ضرورت تھی کہ جب میرے بندے میرے متعلق تجھ سے سوال کریں تو تُو ان کو یہ جواب دے دے کہ مَیں قریب ہوں۔ جب مکّی آیت کے ذریعہ انہیں معلوم ہو چکا تھا کہ خدا تعالیٰ بہت ہی قریب ہے تو پھر یہ سوال ہی کوئی نہیں کر سکتا تھا۔ اس لئے اس آیت کے نازل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ اور اگر کوئی سوال کرتا بھی تو آنحضرت ﷺ اسے یہ فرما سکتے تھے کہ خدا تعالیٰ تو بتا چکا ہے کہ ﴿نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ

الْوَرِیْد﴾ لیکن قرآن کریم خدا تعالیٰ کا کلام ہے اور خدا تعالیٰ کا کلام بلا ضرورت نہیں ہوا کرتا۔ پس معلوم ہوا کہ یہاں خدا تعالیٰ کا سوال بیان کرنا اور پھر اس کا جواب دینا کوئی اور حکمت رکھتا ہے۔ اور یہاں جو ﴿قَرِیْبٌ﴾ کا لفظ استعمال ہوا ہے اس سے وہ قرب اور بُعد مراد نہیں جو عام طور پر سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ اس کے متعلق تو اللہ تعالیٰ فرما چکا ہے کہ ﴿نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْد﴾۔ اگر یہاں بھی یہی مراد ہوتی تو پھر یہ کیوں فرماتا کہ جب لوگ تجھ سے میرے متعلق سوال کریں تو یہ جواب دیجئو۔ پس معلوم ہوا کہ اس کے جواب میں جو قریب کہا گیا ہے وہ بھی کوئی اور معنے رکھتا ہے۔

یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ ان دونوں آیتوں میں خدا تعالیٰ نے ایک عجیب فرق رکھا ہے اور وہ یہ کہ قرب اور بُعد ہمیشہ نسبت کے ساتھ ہوتا ہے۔ ایک چیز ہمارے قریب ہوتی ہے مگر وہی دوسرے سے بعید ہوتی ہے۔ پس قریب اور بعید ایک نسبتی چیز ہے۔ جب ہم ایک چیز کو قریب کہتے ہیں تو ایک نسبت سے کہتے ہیں حالانکہ دوسری نسبت سے وہی چیز بعید ترین ہو سکتی ہے۔ سورۃ 'ق' میں جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَ نَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِہٖ نَفْسُہٗ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْد﴾ کہ ہم نے ہی انسان کو پیدا کیا ہے اور ہم اس کے دل میں جو وسوسہ ہوتا ہے اس کو بھی جانتے ہیں اور ہم اس کی رگِ جان سے بھی قریب تر ہیں۔ تو اس میں ﴿اِلَیْہِ﴾ کی نسبت سے ﴿اَقْرَب﴾ فرمایا ہے۔ لیکن آیت ﴿ وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ﴾ میں قریب کا لفظ کسی نسبت سے نہیں فرمایا بلکہ بلا نسبت فرمایا ہے۔ اور اس کی کوئی حد بندی نہیں کی۔ اس عدم حد بندی میں ایک لطیف نکتہ ہے اور وہ یہ کہ انسان جو اپنی ضرورت خدا تعالیٰ کے حضور پیش کرتا ہے وہ مختلف اوقات میں مختلف اشیاء کے متعلق ہوتی ہے۔ کبھی تو وہ انسانوں کے متعلق ہوتی ہے اور کبھی حیوانوں کے متعلق۔ کبھی جانداروں کے متعلق ہوتی ہے اور کبھی بے جانوں کے متعلق۔ کبھی خدا تعالیٰ کے متعلق ہوتی ہے اور کبھی ملائکہ کے متعلق۔ کبھی اس دنیا کے متعلق ہوتی ہے اور کبھی اگلے جہان کے متعلق۔ کبھی اس زمین پر رہنے والی چیزوں کے متعلق ہوتی ہے اور کبھی آسمان کی چیزوں کے متعلق۔ غرض انسان کی مختلف احتیاجیں ہیں اور ایسی وسیع ہیں کہ جن کی کوئی حد بندی نہیں ہو سکتی۔ لیکن انسان کی فطرت میں یہ بات داخل ہے کہ جب اسے کسی چیز کی طلب ہوتی ہے تو اس کے حاصل کرنے کے متعلق وہ کوئی ایسا ذریعہ تلاش کرتا ہے جو قریب ہو۔ پھر قریب کی بھی کئی قسمیں ہیں۔ ایک یہ بھی قریب ہے کہ کوئی ذریعہ جلدی سے میسر آجائے۔ چنانچہ ہر انسان اپنا مدعا حاصل کرنے کے لئے جو ذریعہ قریب دیکھتا ہے اس کو لے لیتا ہے اور بعید کو چھوڑ دیتا ہے۔ مگر اس کے علاوہ قریب ایک اور رنگ میں بھی ہوتا ہے یعنی وہ ذریعہ جو مدعا اور منزل مقصود کے قریب تر پہنچا دے۔ انسان اس ذریعہ کو اختیار کرتا ہے اور دوسروں کو چھوڑ دیتا ہے۔ غرض بہت سے قرب ہیں جن کا کسی چیز میں پایا جانا ہر انسان دیکھتا ہے اور جب وہ سارے قرب کسی میں پالیتا ہے تو اس کو اپنے مدعا کے حصول کے لئے چن لیتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے یہاں فرمایا ﴿وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ﴾ کہ انسان اپنے مختلف مقاصد کے لئے کوشش کرتا ہے اور ان کے لئے دیکھتا ہے کہ کون سا ذریعہ اختیار کروں جس سے جلد کامیاب ہو جاؤں۔ جب انسان ذرائع کو سوچتے سوچتے یہاں تک پہنچے کہ مَیں دعا کروں تو اس کو کہہ دو کہ اللہ قریب ہے۔ قَرِیْبٌ اِلَیْہِ نہیں فرمایا۔ اس لئے کہ خدا تعالیٰ نہ صرف اس انسان کے قریب ہے بلکہ ہر ایک چیز کے قریب ہے اور وہ مدعا حاصل کرنے کا سب سے قریب ترین ذریعہ ہے۔ یوں قریب ہونا اور بات ہے لیکن جس مقصد کو حاصل کرنا ہو اس کے قریب کر دینا اور بات ہے۔ غرض خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ مَیں تمہارے بھی قریب ہوں اور وہ مقصد جسے تم حاصل کرنا چاہتے ہو اس کے بھی قریب ہوں۔ گویا اس آیت میں قربِ مکان کا ذکر نہیں بلکہ یہ بتانا مقصود ہے کہ حصول مدعا کے لئے جتنے قربوں کی ضرورت ہے وہ سب خدا تعالیٰ میں موجود ہیں۔ مثلاً ایک شخص ولایت میں بیٹھا ہوا روپیہ کا محتاج ہے وہ وہاں سے ہمیں مدد کے لئے لکھتا ہے۔ اگر ہم اسے روپیہ بھیجیں تو کئی دنوں کے بعد اسے ملے گا۔ لیکن اگر ہم اس کے لئے دعا کریں تو ممکن ہے کہ ادھر ہمارے منہ سے اس کے لئے دعا نکلے اور ادھر اللہ تعالیٰ اس کا کوئی انتظام کر دے۔ تو خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ مَیں قریب ہوں۔ اگر کوئی مدد حاصل کرنا چاہتے ہو تو مجھ سے کہو۔ اور خدا تعالیٰ کے حضور حاضر ہونے کے لئے نہ ہاتھ ہلانے کی ضرورت ہے نہ پاؤں کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ مَیں قریب ہوں۔ پھر وہ انسان ہی کے قریب نہیں بلکہ جس مدعا اور مقصد کو حاصل کرنا ہو اس کے بھی قریب ہے۔ ادھر انسان یہ کہتا ہے کہ فلاں چیز مجھے مل جائے اور ادھر وہ چیز خواہ لاکھوں میل کے فاصلہ پر ہو خدا تعالیٰ اس پر اسی وقت قبضہ کر لیتا ہے کہ یہ ہمارے فلاں بندہ کے لئے ہے۔ کیونکہ جس طرح خدا تعالیٰ اس بندہ کے قریب ہے اسی طرح اس چیز کے بھی قریب ہے۔ غرض کامیابی کے حصول کے لئے یہ ذریعہ سب سے بڑا اور سب سے زیادہ مفید ہے۔

پھر ﴿اِنِّیْ قَرِیْبٌ﴾ کہہ کر ایک اور لطیف مضمون کی طرف بھی توجہ دلائی گئی ہے اور وہ یہ کہ اگر مَیں تمہیں نظر نہیں آتا تو یہ نہ سمجھ لینا کہ مَیں تم سے دور ہوں۔ مَیں تو تمہارے بالکل قریب ہوں اور اسی وجہ سے تمہیں نظر نہیں آتا۔ کیونکہ صرف وہی چیز تمہیں نظر نہیں آتی جو زیادہ دور ہو۔ بلکہ وہ چیز بھی نظر نہیں آتی جو زیادہ قریب ہو۔ یہی وجہ ہے کہ انسان اپنے اندر کی آواز کو نہیں سن سکتا۔ کانشنس اور ضمیر کی آواز آتی ہے مگر کان اسے نہیں سن سکتے۔ اس لئے کہ آواز بھی دور کی سنائی دیتی ہے۔ جب ہم کوئی آواز سنتے ہیں تو اس کے یہ معنے ہوتے ہیں کہ یہ آواز باہر سے ہو کر آئی ہے کیونکہ کان کا پردہ قدرتی طور پر اس طرح بنایا گیا ہے کہ ہوا کا زور کان کے پردہ پر پڑتا ہے تو اس سے ایک حرکت پیدا ہوتی ہے، ارتعاش کی لہریں یعنی وائبریشنز (Vibrations) پیدا ہوتی ہیں اور یہ وائبریشنز دماغ میں جاتی ہیں اور دماغ ان کو الفاظ میں بدل ڈالتا ہے۔ یہی وائبریشن ہیں جو ریڈیو کے والوز میں پڑتی ہیں اور ریڈیو ان کو الفاظ میں بدل ڈالتا ہے۔ انسانی بناوٹ میں ریڈیو کان ہے اور اعصاب دماغی والوز ہیں۔ ان کے ذریعہ جو حرکات دماغ میں منتقل ہوتی ہیں وہ وہاں سے آواز بن کر سنائی دیتی ہیں۔ پس آواز کے معنے ہی باہر والی چیز کے ہوتے ہیں۔ جب آواز آتی ہے تو اس کے یہی معنے ہوتے ہیں کہ یہ باہر سے آئی ہے کیونکہ آواز آ ہی باہر سے سکتی ہے اندرونی آواز جو سنائی دیتی ہے مثلاً پیٹ میں گڑگڑ کی آواز آتی ہے تو دراصل اس کی بھی یہی وجہ ہے کہ وائبریشنز باہر اثر ڈالتی ہیں اور ہم وہ آواز سن لیتے ہیں۔ ورنہ حقیقت یہی ہے کہ جو اندر کی آواز ہوتی ہے اسے تم نہیں سن سکتے کیونکہ وہ تمہارے زیادہ قریب ہوتی ہے۔ غرض جس طرح تم بہت بعید کی چیز کو نہیں دیکھ سکتے اور بہت قریب کی چیز کو بھی نہیں دیکھ سکتے اسی طرح تم بعید کی آواز کو بھی نہیں سن سکتے اور قریب کی آواز کو بھی نہیں سن سکتے۔ جن لوگوں کو اس کا علم نہیں وہ اس پر تعجب کریں تو کریں ورنہ یہ سب کچھ حرکات پر مبنی ہوتا ہے۔ جو کچھ تم سنتے ہو وہ بھی حرکات ہیں جن کو کان آواز میں بدل ڈالتے ہیں اور جو کچھ تم دیکھتے ہو وہ بھی حرکات ہیں جن کو آنکھیں شکل میں تبدیل کر ڈالتی ہیں۔ جو چیز تمہارے سامنے گڑی ہوئی ہے وہ تصویر نہیں بلک وہ فیچرز (Features) یعنی نقش ہوتے ہیں جو آنکھوں کے ذریعہ دماغ میں جاتے ہیں اور وہ انہیں تصویروں میں بدل ڈالتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج کل ریڈیو سیٹ کے ذریعہ تصویریں بھی باہر جانے لگ پڑی ہیں۔ ان حرکات کے متعلق قاعدہ ہے کہ تمام حرکات خواہ وہ کان کی ہوں یا آنکھ کی، ایک حد بندی کے اندر ہوتی ہیں یعنی ایک درجہ ان کا اعلیٰ ہوتا ہے اور ایک ادنیٰ ہوتا ہے۔ ان دونوں کے درمیان جو چیز ہوتی ہے اسے آنکھ دیکھ سکتی ہے اور جو چیز اس حد بندی سے دور ہو اسے آنکھ نہیں دیکھ سکتی۔ اور جو اس حد بندی سے نیچے ہو اس کو بھی آنکھ نہیں دیکھ سکتی۔ اسی طرح جو آواز اس حد بندی کے اندر ہوگی اسے کان سن لے گا اور جو آواز اس حد بندی سے دور ہوگی اسے کان نہیں سن سکے گا۔ اور جو آواز اس حد بندی سے نیچے ہوگی اسے بھی کان نہیں سن سکے گا۔

جَوّ میں بہت سی آوازیں پیدا ہوتی رہتی ہیں جیسے بادلوں کے آپس میں ٹکرانے کی آواز یا اجرام فلکی کے آپس میں ٹکرانے کی آواز۔ لیکن وہ اتنی شدید ہوتی ہے کہ ہم ان کی شدت کی وجہ سے انہیں سن نہیں سکتے۔ جس طرح کان میں یہ طاقت نہیں کہ وہ ایسی آواز سن سکے جو اس کی طاقت سے باہر ہو۔ یا وہ ایسی آواز سن سکے جو اس کی طاقت سے کم ہو۔ اسی طرح جو نظارہ آنکھ کی طاقت سے زیادہ ہو وہ آنکھ نہیں دیکھ سکتی۔ اور جو نظارہ اس کی طاقت سے کم ہو وہ بھی نہیں دیکھ سکتی۔ پس ﴿اِنِّیْ قَرِیْبٌ﴾ کہہ کر اس طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے کہ مجھ کو نہ دیکھنے کی یہ وجہ نہیں کہ مَیں تم سے دور ہوں۔ مَیں تم سے دور نہیں بلکہ تمہارے اتنا قریب ہوں کہ تم مجھے زیادہ قریب ہونے کی وجہ سے دیکھ بھی نہیں سکتے۔ اور نہ تم میری آواز سن سکتے ہو۔

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب انسان خدا تعالیٰ کو دیکھتا ہی نہیں تو پھر ﴿وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ﴾ کہنے کا کیا مطلب ہوا؟ کیونکہ انسان پوچھتا تو اس کے متعلق ہے جو اسے نظر آتا ہو۔ اس کے متعلق یاد رکھنا چاہئے کہ کبھی سوال مبہم بھی ہوتا ہے۔ جیسے رات کو کوئی شخص سفر پر جا رہا ہو اور اسے خطرہ محسوس ہو تو وہ آواز دیتا ہے کہ کوئی ہے؟ اب اس کا یہ مطلب تو نہیں ہوتا کہ اسے کوئی انسان نظر آ رہا ہوتا ہے بلکہ وہ اس خیال سے آواز دیتا ہے کہ اگر کوئی شخص وہاں ہو تو آئے اور اس کی مدد کرے۔ اور جنگل میں تنہائی اور اندھیرے کی وجہ سے جو گھبراہٹ اُس پر طاری ہے وہ دُور ہو جائے۔ اسی طرح اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جب دنیا میں انسان تنہائی محسوس کرے اور سمجھے کہ مجھے کسی مدد کی ضرورت ہے اور خدا تعالیٰ جو غیر مرئی ہے اس کے متعلق وہ کہے کہ اگر کوئی خدا ہے تو آئے اور میری مدد کرے تو خدا تعالیٰ کہتا ہے تم میرے اس بندے کو بتا دو کہ مَیں موجود ہوں اور پھر زیادہ دُور بھی نہیں بلکہ مَیں تمہارے قریب ہی ہوں۔ دنیا میں پاس رہنے والا شخص بھی بعض اوقات مدد نہیں کرتا۔ بعض دفعہ تو وہ مدد کا ارادہ ہی نہیں کرتا اور کہتا ہے کہ مرتا ہے تو مرے مجھے اس کی مدد کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اور بعض اوقات وہ اپنے اندر زیادتی کرنے والے کے خلاف مدد کرنے کی طاقت نہیں پاتا۔ جیسے کوئی شیر گاؤں میں آجائے اور کسی پر حملہ آور ہو تو دوسرے لوگ بجائے اس کی مدد کرنے کے بھاگ جاتے ہیں۔ لیکن یہاں ایسا نہیں ہوتا بلکہ اگر کوئی بندہ گھبرا کر آواز دے اور کہے کہ کوئی ہے؟ تو وہاں خدا موجود ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ میرے بندے نے اگرچہ مبہم طور پر آواز دی ہے کہ شاید کوئی موجود ہو تو وہ بول پڑے۔ لیکن مَیں اس مبہم پکار کو بھی اپنی طرف منسوب کر لیتا ہوں اور سمجھتا ہوں کہ وہ مجھے بلا رہا ہے۔ مَیں بھول جاتا ہوں کہ جو کچھ وہ کہہ رہا ہے خیالی طور پر کہہ رہا ہے۔ مَیں اس وقت اگر مگر کو چھوڑ دیتا ہوں اور فوراً اس کی مدد کے لئے دوڑ پڑتا ہوں۔ اس لئے اگر کوئی میرے متعلق سوال کرے تو اُسے بتا دو کہ میں قریب ہی ہوں، دور نہیں۔ بے شک دنیا میں بعض دفعہ کوئی دوسرا شخص قریب بھی ہوتا ہے تو پھر بھی وہ مدد کرنے کا ارادہ نہیں کرتا۔ یا اس کی مدد کی طاقت نہیں رکھتا لیکن مَیں تو یہ ارادہ کئے بیٹھا ہوں کہ اس کی مدد کروں گا۔ اور پھر میرے اندر اس کی مدد کرنے کی طاقت بھی ہے۔

اس سے ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ صرف

باقی صفحہ نمبر ۱۰ پر ملاحظہ فرمائیں

خطبہ جمعہ

رمضان مبارک میں نماز کی طرف خصوصی توجہ دینی ضروری ہے اور ایسی نماز پڑھنی چاہیئے جس کے نتیجہ میں انسان اپنے بدن سے بدیاں جھڑتے ہوئے دیکھ لے۔

اپنے گھروں کی حالت درست کریں، ان کے حقوق ادا کریں، پھر اپنے گردوپیش پرنظرڈالیں۔ اپنے غریب بھائیوں اور ہمسایوں کے حقوق ادا کریں۔

خطبہ جمعہ ارشادفرمودہ سیدنا امیرالمومنین حضرت مرزا طاہر احمد خلیفة المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز - فرمودہ ۲۵؍فروری ۱۹۹۴ء بمطابق ۲۵؍تبلیغ ۱۳۷۳ء ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله—

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم— بسم الله الرحمٰن الرحيم —

الحمدلله رب العٰلمين — الرحمٰن الرحيم — مٰلك يوم الدين — إياك نعبد و إياك نستعين —

اهدنا الصراط المستقيم — صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين—

﴿يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ. وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ . فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ. يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ. هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ﴾۔(التوبہ آیات ۳۴،۳۵)

جس آیت کی مَیں نے تلاوت کی ہے اس کے مضمون میں داخل ہونے سے پہلے مَیں ایک بات کا اعلان کرنا چاہتا ہوں۔ کل کا دن جماعت کی تاریخ میں ایک بہت روشن دن تھا یعنی ۱۳؍رمضان۔ کل سے پورے سو سال پہلے قادیان کے افق پر اور وہ افق مکّہ تک پھیلا ہوا تھا، خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ تیرہ سو سال میں پہلی بار اس عظیم الشان پیشگوئی کا ظہور ہوا جو حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے مہدی کی صداقت کا نشان تھا۔ وہ پیشگوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی صداقت کا ایک عظیم نشان تھی اور اس کا ذکر اس حدیث میں ملتا ہے کہ:

"اِنَّ لِمَهْدِيِنَا آيَتَيْنِ لَمْ تَكُوْنَا مُنْذُ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ. يَنْكَسِفُ الْقَمَرُ لِاَوَّلِ لَيْلَةٍ مِّنْ رَمَضَانَ وَ تَنْكَسِفُ الشَّمْسُ فِي النِّصْفِ مِنْهُ وَلَمْ تَكُوْنَا مُنْذُ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ"۔(سنن دارقطنی ۔ باب صفة صلوٰة الخسوف والكسوف وهيئتهما)

اس پیشگوئی سے متعلق انشاء اللہ تفصیلی گفتگو تو بعد میں ہوگی لیکن چونکہ کل رمضان المبارک کی وہ تیرہ تاریخ تھی جبکہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے عشاق کی نگاہیں آسمان پر حمد و شکر سے لبریز ہو کر اس حالت میں پڑتی تھیں کہ روحیں سجدہ ریز تھیں اور نظر آسمانی نشان پر تھی اور انتظار میں تھے کہ کتنے دن اور سورج کے گرہن کا نشان ہونے میں باقی ہیں۔ ایک ایک دن گن کر کٹے اور پھر سورج کی وہ ۲۸؍تاریخ پہنچی جس میں دن کے وقت سورج نے بھی گہنایا جانا تھا۔ اور اِس طرح حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی عظیم پیشگوئی پوری ہوئی۔ یہ عجیب بات ہے کہ اگرچہ دنیا میں بہت سے مہدویت کے دعوے داروں کا ذکر ملتا ہے لیکن ساری تاریخ کو کھنگال کر دیکھ لو ایک بھی دعوے دار ایسا نہیں جس نے چاند اور سورج کے گرہنوں کو اپنی صداقت کے نشان کے طور پر پیش کیا ہو۔ جو دعوے کے بعد خود منتظر رہا ہو اور اس کے ماننے والے منتظر رہے ہوں کہ کب آسمان سے یہ نشان ظاہر ہونگے اور ان کے دشمن بھی منتظر رہے ہوں کہ ان نشانات کے ظاہر ہونے سے پہلے یہ دعویدار مر جائے اور ہم اپنی آنکھوں سے اس کا جھوٹا ہونا دیکھ لیں۔ یہ دوہرے انتظار کی کیفیت تھی جو ۱۸۸۹ء سے شروع ہوئی جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے باقاعدہ مہدویت کے دعوے کے بعد جماعت کی بنیاد رکھی اور اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ۱۸۹۴ء میں یہ پیشگوئی اپنی تمام کمالِ شان کے ساتھ پوری ہوئی۔

ہم اس سال میں داخل ہوئے ہیں جو آسمانی گواہیوں کا سال ہے۔ زمین کی گواہیاں تو یہ لوگ رد کر بیٹھے ہیں اب آسمان سے گواہیاں اتر رہی ہیں اور ٹیلی ویژن کے ذریعے سب دنیا کا جماعت احمدیہ کے پیغام کو سننا بھی ایک آسمانی گواہی ہے اور یہ عجیب اللہ کی شان ہے کہ اسی سال میں یہ دونوں باتیں اپنے درجہ کمال کو پہنچی ہیں۔

پس اللہ تعالیٰ کے ان احسانات کا جماعت جتنا بھی شکر ادا کرے اتنا ہی کم ہے۔ مگر ان خوشیوں کے ساتھ کچھ کانٹے بھی تو ہیں جو دشمن کے دل کا عذاب ہے اور ہماری راہ کے کانٹے بن جاتے ہیں۔ اور یہ پیشگوئی بھی لازماً پوری ہونی تھی کیونکہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے ان غلاموں کے حق میں جنہوں نے آخرین میں ظاہر ہونا تھا خصوصیت سے یہ تمثیل پیش کی گئی تھی کہ ان کی مثال تو ایسے ہی ہے جیسے ایک بیج بویا جائے، اس میں کونپل پھوٹے، پھر وہ اپنے ڈنٹھل پر کھڑی ہو کر مضبوط ہونے لگے اور بہت خوش نماد کھائی دے۔ زراع، وہ بونے والے ہاتھ اور وہ بونے والے دل جنہوں نے اس کھیتی کو بویا ہو اس سے بہت خوشی محسوس کریں۔ ﴿يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ﴾ وہ کھیتی اس شان کے ساتھ نشوونما پائے کہ بونے والوں کے دلوں کو خوشیوں سے بھر دے۔ ﴿لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ﴾ مگر یاد رکھو کہ ان کے منکر ضرور غیظ و غضب میں مبتلا ہونگے۔ ایک طرف اس کھیتی کی نشوونما دلوں کو خوشیوں سے بھر رہی ہوگی اور دوسری طرف ان کے دشمن اسے دیکھ کر غیظ و غضب میں مبتلا ہونگے۔

پہلے زمینی ذرائع سے کام لے کر زمین میں ہونے والے نشانات کے منہ بند کرنے کی کوشش کی جاتی تھی۔ اب آسمان سے نشان ظاہر ہو رہے ہیں، بند کر کے دکھاؤ، ان کا راستہ روک کر دکھاؤ۔ تم میں طاقت نہیں ہے کہ اس رستے کو روک سکو۔ پھونکوں سے اللہ کے جلائے ہوئے چراغ بھی کہیں بجھائے جاتے ہیں!!

تم نے ربوہ والوں کا چراغاں روک دیا مگر ربوہ کی طرف سے جو چراغاں ہم نے کُل عالَم کو دکھایا ہے اسے کس طرح روک سکو گے؟ یہ وہ چراغ نہیں ہیں جو تمہاری پھونکوں سے بجھ سکیں۔ تمہارے سینے کی آگ بھی ظاہر ہوتی ہے اور دنیا دیکھتی ہے۔ مگر وہ روشنی کے چراغ جو اللہ نے احمدیوں کے سینوں میں روشن کر دئے ہیں اور تمام دنیا میں اس سے نور ہی نور پھیل رہا ہے ان کی راہ تم نہیں روک سکتے اور ان شمعوں کو تم نہیں بجھا سکتے۔ یہ آسمان سے نازل ہونے والے نور ہیں ان پر بندے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ پس اہل ربوہ کو اب خوش ہونا چاہئے کہ پہلے تو ان کی خوشیوں کی آواز دبا دی جاتی تھی، اب وہ آواز نہیں دبے گی۔ ان کی خوشیاں منانے والے سارے عالم میں ان کی طرف سے خوشیاں منائیں گے اور یہ خوشیوں کے دن بڑھنے والے ہیں، پھیلنے والے ہیں روشن سے روشن تر ہونے والے ہیں۔ یہ وہ دن ہیں جو راتوں کو بھی دن بنا دیں گے۔ اس لئے جماعت احمدیہ کو ان تکلیفوں پر کسی غم اور دکھ کی ضرورت نہیں۔ یہ ہماری کامیابیوں کا ایک لازمی حصہ ہیں۔ قرآن کو کیسے بدلا جا سکتا ہے۔ قرآن کی پیشگوئی ہے کہ تم جب جب آگے بڑھو گے تب تب دشمن کو تکلیف پہنچے گی۔ پس یہ تکلیف بھی ایک نشان ہے اور ہمارا آگے بڑھنا بھی ایک نشان ہے۔ اس راہ میں آگے سے آگے بڑھتے چلو۔ خدا کی تائید تمہارے ساتھ پہلے سے بڑھ کر قوت کے مظاہرے کر رہی ہے، پہلے سے زیادہ بڑھ کر روشن نشان دکھا رہی ہے۔ اس قافلے کا رُخ اب آگے کی طرف اور بلند سے بلند تر منازل کی طرف ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ یہ جماعت پہلے سے کہیں زیادہ تیزی کے ساتھ آگے بڑھ رہی ہے اور بڑھتی چلی جائے گی۔ رمضان مبارک میں دعا مانگیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں عباد الشکور بنائے۔ جتنے احسان خدا کے نازل ہوئے ہیں حقیقت میں ہم مجسم شکر بن جائیں، ہمارا رؤاں رؤاں شکر ہو جائے تب بھی ان کا حق ادا نہیں ہو سکتا اور جو شکر، جتنا بھی ہم ادا کرتے ہیں وہ آسمان پر پھر قبول ہو رہا ہے اور پھر رحمتیں بن کر ہم پر برسنے والا ہے۔

پس یہ تو ایک ایسا دور ہے جو لامتناہی روحانی لذتوں کا دور ہے اب تو نشے میں ڈوب کر آگے بڑھنے کا معاملہ ہے۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ آپ دیکھیں گے کہ دن بدن اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے فیض پہلے سے بڑھ کر شان کے ساتھ اتریں گے اور آسمان کے رنگ، زمین کے رنگ بدل

دیں گے۔ یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئی ہے۔ آپ کو الہاماً بتایا گیا تھا کہ آراء تبدیل کی جائیں گی۔ یہ رنگ بدلے جائیں گے اور دیکھیں انشاء اللہ تعالیٰ دن بدن ایسا ہی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو جو اس وقت زندہ ہیں اس خوشیوں کی زندگی میں آگے بڑھائے۔ ہم اپنی آنکھوں سے یہ نشان پورے ہوتے دیکھیں اور ہماری آنکھیں ہمارے دل کے لئے مسرتوں کی بارش برساتی رہیں اور ہمارے دل اس سے سیراب ہوتے رہیں۔ قرآن کا محاورہ ہے، آنکھیں ٹھنڈی کرنا، مَیں نے جب آنکھوں کی بات کی تو میرے ذہن میں وہ آنکھیں ٹھنڈی کرنے کی بات تھی۔ مَیں نے سوچا کہ دل ٹھنڈا ہونے کا ذکر نہیں، آنکھوں کے ٹھنڈا ہونے کا ذکر ہے۔ اس سے یہ مضمون میرے ذہن میں ابھرا (جسے مَیں نے بیان کرنے میں شروع میں دقت محسوس کی) کہ یہ آنکھوں کی ٹھنڈک ہے جو طراوت بن کر دل پر اترا کرتی ہے اور اس سے دل اپنی پاتال تک سیراب ہو جایا کرتا ہے۔ پس قرآن کریم نے بہت ہی پیارا محاورہ استعمال فرمایا ہے کہ قُرّۃ عین نصیب ہونے کی دعا مانگا کرو تو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے قُرّۃ عین کے سامان فرما دیئے ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ یہ بڑھتے چلے جائیں گے۔

پس یہ تکلیف بھی ایک نشان ہے اور ہمارا آگے بڑھنا بھی ایک نشان ہے۔ اس راہ میں آگے سے آگے بڑھتے چلو۔ خدا کی تائید تمہارے ساتھ پہلے سے بڑھ کر قوت کے مظاہرے کر رہی ہے، پہلے سے زیادہ بڑھ کر روشن نشان دکھا رہی ہے۔ اس قافلے کا رُخ اب آگے کی طرف اور بلند سے بلند تر منازل کی طرف ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ یہ جماعت پہلے سے کہیں زیادہ تیزی کے ساتھ آگے بڑھ رہی ہے اور بڑھتی چلی جائے گی۔

اب مَیں اس آیت کے مضمون کی طرف آتا ہوں جس کی مَیں نے تلاوت کی تھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے وہ لوگو جو ایمان لائے۔ ﴿كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ﴾ بہت سے ایسے دینی علم رکھنے والے اور بظاہر خدا کی یاد میں الگ ہو جانے والے پیر و فقیر یعنی علماء بھی اور پیر بھی ایسے ہیں کہ لوگوں کا مال باطل سے کھاتے ہیں۔

اور باطل ذریعوں سے لوگوں کا مال کھانے والوں کی علامت کیا ہے؟۔ ﴿وَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ وہ اللہ کے راستے سے روکتے ہیں۔ اس طرح یہ پہچانے جائیں گے۔ اور عجیب بات ہے کہ جماعت کے مخالفین کا رزق اللہ کے راستے سے روکنے میں رکھا گیا ہے۔ قرآن کریم نے دوسری جگہ اس مضمون کو بیان فرمایا ہے۔ کیا تم تکذیب میں اپنا رزق پاتے ہو۔ اس لئے تکذیب کرتے ہو کہ یہاں سے تمہیں رزق ملتا ہے۔ وہی مضمون ہے جسے یہاں باندھا گیا ہے کہ ایسے حرام مال کھانے والے تمہیں بظاہر نیک لوگوں میں ملیں گے۔ جبہ پوشوں میں، علم کا دعویٰ کرنے والے خدا کی خاطر دنیا ترک کرنے والوں میں ملیں گے۔ مگر ان کی پہچان کیا ہوگی؟ وہ خدا کے راستے میں روکیں ڈالیں گے اور یہی ان کے اموال کے کھانے کا ذریعہ بن جائے گا۔ یہ بات اس میں مضمر ہے۔

لیکن اس کے علاوہ ایک اور گروہ کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ وہ ہے ﴿وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ﴾ لیکن کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو کمائی خود کرتے ہیں چاہے حلال ذریعے سے کریں، چاہے حرام ذریعے سے کریں مگر مال کی محبت ایسی رکھتے تھے کہ مال کی جمع کرنا ہی ان کی زندگی کا مقصد بن جاتا ہے۔ وہ چاندی اور سونا جمع کرنے میں اپنی عمریں گنوا دیتے ہیں۔ اور ان کی نشانی کیا ہے کہ یہ خدا کو ناراض کرنے والے ہیں؟۔ ﴿وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ یہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی توفیق نہیں پاتے۔ اور یہ وہ دونوں گروہ ہیں جو در حقیقت منکرین سے ہی تعلق رکھتے ہیں۔ ﴿فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾ انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری دے دے۔ ﴿يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ﴾ جب ان کی پیشانیاں اس دولت سے جو جمع کی ہے داغی جائیں گی اور ان کے پہلو بھی اور ان کی پیٹھیں بھی۔ ﴿هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ﴾ یہ کچھ ہے جو تم نے اپنے لئے جمع کیا تھا۔ پس اس اندوختے کا مزہ چکھو جو تم اپنے حق میں جمع کرتے رہے ہو۔ یہ جو نتیجہ ہے یہ دونوں پر برابر صادق آتا ہے۔ دو الگ الگ گروہ بیان ہوئے۔

اب دیکھیں جماعت احمدیہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان سے کتنی مختلف ہے۔ ان دونوں مثالوں پر غور کر کے دیکھیں۔ اس کا برعکس جماعت احمدیہ پر صادق آتا ہے۔ وہ حرام کمائی نہیں کرتے اور اللہ کی راہ سے روکتے نہیں بلکہ اللہ کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ کی راہ کی طرف بلانے کے لئے خرچ کرتے ہیں۔ اب یہ لوگ ان سے کتنے مختلف ہیں جن کا اس آیت میں ذکر گزر چکا ہے۔ اور مال اور دولت کی محبت اس حد تک ان کے دلوں میں نہیں ہوتی کہ وہ اس سے دولتوں کے ڈھیر بنانے لگ جائیں اور اپنے لئے خزانے جمع کرنے لگیں مگر جب انہیں خدا کی راہ میں خرچ کرنے کی طرف بلایا جائے تو اس میں تردّد کریں۔

لیکن ایک حصہ اس آیت کا بعض دفعہ مومنوں کی جماعت کے کمزور حصے پر کچھ نہ کچھ صادق آتا ہے۔ یہ دولت کا حصہ ہے۔ یہ دولت کمانے کا لازمی منفی نتیجہ ہے جو کسی نہ کسی حد تک انسان کو پہنچتا ہے اور وہ یہ ہے کہ دولت کی محبت کے نتیجے میں اس کو بڑھانے کی حرص بڑھتی چلی جاتی ہے۔ اور ایسے لوگ جب وہ خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں تو بسا اوقات ان سے غلطی ہوتی ہے کہ اپنی توفیق کے مطابق نہیں کرتے جبکہ دوسری طرف غریب اپنی توفیق سے بڑھ کر خرچ کر رہے ہوتے ہیں۔ یہ نظارہ ہم نے بارہا دیکھا ہے۔ ابھی حال ہی میں جب ٹیلی ویژن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے یہ عالمی نشان ظاہر فرمایا تو بغیر مانگے کے از خود جماعت کے مخلصین نے جس طرح روپیہ نچھاور کیا ہے اور احمدی خواتین نے زیور قربان کئے ہیں۔ ایک عجیب روح پرور نظارہ ہے۔ اس کی مثال باہر دنیا میں کہیں دکھائی نہیں دے گی۔ مگر اس کے ساتھ ہی مَیں نے یہ دیکھا ہے کہ جوں جوں دولت کی طرف بڑھتے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے خدا کے فضل سے کچھ ایسے انعام یافتہ لوگ بھی ہیں جو دولت میں بڑھنے کے باوجود خرچ میں بھی خوب آگے بڑھتے ہیں مگر ایسے بھی ہیں کہ وہ خرچ تو کرتے ہیں مگر وہ جانتے ہیں یا خدا جانتا ہے کہ اس توفیق کے مطابق کیا ہے یا نہیں کیا۔

قرآن کریم نے اس کے لئے ایک ایسی پہچان رکھی ہے کہ آیا تم نے اپنی توفیق کے مطابق خرچ کیا ہے کہ نہیں۔ پھر اس سے ہر شخص خود اپنی کیفیت کو جانچ سکتا ہے اور وہ پہچان یہ ہے ﴿وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ﴾ وہ خرچ کرتے ہیں خواہ دل میں تنگی محسوس ہو رہی ہو۔ یعنی خرچ کی خواہش کی تنگی نہیں، خرچ کرنے کے نتیجے میں کچھ تکلیف محسوس ہو رہی ہو۔ دوسری جگہ فرمایا وہ خرچ کرتے ہیں جبکہ مال کی محبت ان کی راہ میں حائل ہوتی ہے اور پھر بھی خرچ کرتے ہیں۔ اگر ایک شخص اتنا خرچ کرے کہ مال کی محبت کو نقصان نہ پہنچ رہا ہو تو وہ خرچ جو ہے وہ توفیق سے کم ہے۔ اگر اتنا خرچ کرے کہ مال کی محبت کو زک پہنچے اور تکلیف محسوس ہو رہی ہو کہ یہ میرا جمع کیا ہوا اندوختہ ہاتھ سے نکلا جا رہا ہے فلاں جگہ مَیں اسے دوبارہ تجارت میں لگا سکتا تھا اور اتنا زیادہ روپیہ اپنے مال سے نکالنا شاید میرے لئے نقصان کا موجب ہو، جہاں یہ فکروں کی حد شروع ہوتی ہے وہاں اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ان آیات کی حد ختم ہو جاتی ہے جن کی مَیں نے تلاوت کی ہے۔ ان کو اس حد میں داخل ہونے کی اجازت نہیں ہے۔

وہ روشنی کے چراغ جو اللہ نے احمدیوں کے سینوں میں روشن کر دیئے ہیں اور تمام دنیا میں اس سے نور ہی نور پھیل رہا ہے ان کی راہ تم نہیں روک سکتے اور ان شمعوں کو تم نہیں بجھا سکتے۔

پس ہر احمدی کو اپنے نفس کو اس طرح جانچنا چاہئے کہ جو کچھ اللہ نے اسے دیا ہے اس میں سے وہ اس طرح خرچ کرتا ہے کہ نہیں کہ ﴿خَصَاصَةٌ﴾ کے باوجود پھر بھی خرچ کر رہا ہو اور مال کی محبت حائل ہو رہی ہو اور پھر بھی خرچ کر رہا ہو۔ اگر وہ اس طرح خرچ کرتا ہے تو وہ مقامِ محفوظ پہ ہے، اس کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔

اس مضمون کا رمضان مبارک سے بھی خصوصیت سے تعلق ہے اور جنت میں داخل ہونے سے بھی اس کا ایک خصوصیت سے تعلق ہے اور چونکہ رمضان جنت کے دروازے کھولے ہوئے ہمارے پاس آیا ہے اور مَیں امید رکھتا ہوں کہ ہم سب کی زندگیوں میں یہ دروازے کھل رہے ہونگے۔ اس لئے آج مَیں اس مضمون کو نسبتاً زیادہ کھول کر آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ایک دوسری جگہ فرماتا ہے: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَايَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ. وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُجْرِمِيْنَ﴾۔ (سورۃ الاعراف آیت ۴۱)۔ یقیناً وہ لوگ جنہوں نے جھٹلا دیا ہماری آیات کو اور تکبر سے کام لیا ان سے ﴿وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا﴾ یعنی ان سے منہ موڑا ہے تکبر کے باعث۔ ﴿لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ﴾ ان کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے۔ ﴿وَلَايَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ﴾ اور ہرگز جنت میں داخل نہیں ہونگے یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو جائے۔ ﴿وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُجْرِمِيْنَ﴾ اور ہم مجرموں کو اسی

Earlsfield Properties

We will manage your property at 0% commission
Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years
Free management Service
Guaranteed vacant possession

175 Merton Road London SW18 5EF
Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

طرح سزا دیا کرتے ہیں۔

اب یہی مضمون ہے جسے مسیحؑ نے ایک اور رنگ میں بیان فرمایا ہے اور بات وہی ملتی جلتی کہی ہے۔ ”یسوع نے اپنے شاگردوں سے کہا میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ دولت مند کا آسمان کی بادشاہی میں داخل ہونا مشکل ہے“۔ یہاں متکبر کی بجائے دولت مند کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔

”دولت مند کا آسمان کی بادشاہت میں داخل ہونا مشکل ہے اور پھر تم سے کہتا ہوں کہ اونٹ کا سوئی کے ناکے میں سے نکل جانا اس سے زیادہ آسان ہے کہ دولتمند خدا کی بادشاہی میں داخل ہو۔ شاگرد یہ سن کر بہت ہی حیران ہوئے اور کہنے لگے کہ پھر کون نجات پا سکتا ہے؟ یسوع نے ان کی طرف دیکھ کر کہا کہ یہ آدمیوں سے تو نہیں ہو سکتا لیکن خدا سے سب کچھ ہو سکتا ہے“۔

(متی باب ۱۹ آیات ۲۳ تا ۲۶)

پہلی بات جو اس میں قابل غور ہے کہ مثال دونوں جگہ ایک ہی دی گئی ہے۔ کلام الٰہی ہے جو مسیح پر نازل ہوتا ہے تو اس مثال کو خاص رنگ میں پیش فرماتا ہے اور جب مذہب درجہ کمال کو پہنچتا ہے اور خاتم النبیین دنیا میں تشریف لاتے ہیں ان کے سامنے یہی مثال ایک مختلف رنگ میں رکھتا ہے۔ کیا ان دونوں میں کوئی قدر مشترک ہے؟ پہلی بات تو یہ سوچنے کے لائق ہے۔ اور قدر مشترک یہ ہے کہ تکبر جس کے خلاف سخت ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا گیا ہے انسان کے اس فرضی حجم کو کہتے ہیں جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ انسان اپنے آپ کو بڑھا لیتا ہے اپنی دانست میں اپنے آپ کو بڑا سمجھ رہا ہوتا ہے اور ہوتا نہیں ہے۔ ایسا ہی جیسے ایک چھوٹی سی کیڑی جو سوئی کے ناکے سے گزر سکتی ہو لیکن اتنا پھلا لے اپنے آپ کو کہ اونٹ کے برابر ہو جائے۔ ایسی کیڑی کا اس ناکے میں سے گزرنا ناممکن ہے۔ جب تک وہ اپنے آپ کو اونٹ سمجھتی رہی ہو یا دنیا کو دکھاتی رہی ہو کہ میں اونٹ جیسی ہوں اور یہ فرضی حجم جو ہے یہ اس کی راہ میں ہمیشہ حائل رہے گا۔

اور مسیح کی جو تمثیل دی گئی ہے وہ دولتمند کی ہے۔ دولتمند بھی موٹا ہو جاتا ہے اور دو رنگ میں موٹا ہوتا ہے۔ ایک تو یہ کہ جمع کرنے کا شوق اتنا بڑھتا جاتا ہے کہ وہ اپنا مالی حجم بڑھانے میں ساری عمر ضائع کر دیتا ہے۔ اور جب تک وہ پھولتا رہے اور پھیلتا رہے اس وقت تک اس کو اطمینان نصیب رہتا ہے۔ جہاں یہ سفر ختم ہو وہیں اس کے لئے عذاب شروع ہو جاتا ہے۔ تو اس کی جنت ہی اس کے پھولنے اور پھیلنے میں ہے یعنی مالی لحاظ سے بڑھنے میں ہے اور ایسے شخص کے متعلق یہ فرمایا گیا ہے مسیح کو کہ وہ جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا۔

قرآن کریم کی جو مثال میں نے ﴿کَنَزْتُم﴾ والی دی ہے اس میں بھی دراصل یہی مضمون ہے جو پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ جو مال جمع کرتے ہیں وہ کیوں جنت میں داخل نہیں ہونگے؟ اس لئے کہ جنت کے رستے چھوٹے اور عاجزی کے رستے ہیں اور حقیقت کے رستے ہیں، سچائی کے رستے ہیں۔ اپنی تمناؤں سے جو جھوٹی شخصیت تم اپنی بنا بیٹھے ہو اس جھوٹی شخصیت کا اس تنگ رستے سے داخل ہونا ممکن ہی نہیں ہے۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو جو تمثیل بتائی گئی ہے وہ چونکہ بالکل صحیح انہی الفاظ میں محفوظ ہے جن میں خدا نے آپ سے فرمائی، اس لئے اس میں ایک زیادہ حکمت کی بات دکھائی دیتی ہے۔ اور مسیح کو جو تمثیل بتائی گئی ممکن ہے وہ بھی ایسے ہی الفاظ میں بتائی گئی ہو مگر بعد میں کچھ تبدیلی واقع ہو گئی ہو۔ لیکن یہ ایک بنیادی فرق ہے جسے میں ظاہر کرنا چاہتا ہوں۔ وہ فرق یہ ہے کہ مسیح کو یہ کہا گیا یعنی مسیح کی طرف یہ بات منسوب ہوئی ہے کہ:

”اور پھر میں تم سے کہتا ہوں کہ اونٹ کا سوئی کے ناکہ میں سے نکل جانا اس سے زیادہ آسان ہے“۔ یہ فرمایا گیا ہے اونٹ کا سوئی کے ناکہ میں سے نکل جانا زیادہ آسان ہے۔ دولتمند کا خدا کی بادشاہی میں داخل ہونا ممکن نہیں۔ اس سے زیادہ مشکل ہے۔

اب یہ جو تمثیل ہے یہ کلیۃً ہر دولتمند کو ہمیشہ کے لئے مایوس کرنے والی ہے۔ اس کے لئے کوئی نجات کا رستہ نہیں چھوڑتی۔ لیکن قرآن کریم نے جو تمثیل تکبر کے تعلق میں بیان فرمائی ہے اس میں فرمایا ہے ”یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں سے گزر جائے“۔ یعنی اس کے گزر جانے کا امکان موجود ہے۔ تلاش کرو وہ رستہ اور تکبر کے تعلق میں رستہ، عجز کا رستہ، انکسار کا رستہ، اپنی حقیقت کو پہچاننے کا رستہ ہے۔ جب تکبر چھوڑ کر انسان عجز میں داخل ہوتا ہے تو اپنے آپ کو وہ کیڑا سمجھنے لگتا ہے جس کا ہر باریک سوراخ سے نکلنا آسان ہو جاتا ہے۔

کرم خاکی ہوں مرے پیارے نہ آدم زاد ہوں ☆ ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار

یہ ہے اس کا جواب۔ تکبر کے مقابل پر وہ کیا چیز ہے جو انسان اختیار کرے تو پھر واقعتاً سوئی کے ناکے سے گزر جائے گا۔ پس قرآن کریم کا عجیب کلام ہے۔ حیرت انگیز فصاحت و بلاغت پہ مشتمل۔ اور کیسے کیسے گہرے حکمتوں کے راز ہمیں سمجھاتا ہے، ہم پر روشن کرتا ہے۔

انشاء اللہ تعالیٰ آپ دیکھیں گے کہ دن بدن اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے فیض پہلے سے بڑھ کر شان کے ساتھ اتریں گے اور آسمان کے رنگ، زمین کے رنگ بدل دیں گے۔

پس امیروں کے لئے اگر انہوں نے واقعۃً جنت کی طمع رکھنی ہے اور امید رکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ ان کو جنت میں داخل فرمائے گا، رمضان مبارک یہ پیغام لے کے آیا ہے کہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی غلامی میں اور آپ کی پیروی میں جو پہلے خرچ کرتے تھے اس سے بہت زیادہ خرچ کرو اور اپنے نفس کو چھوٹا کرنے کی کوشش کرو۔ اپنی حرصوں کو کم کرو کیونکہ جب تک تمہارا طمع کا وجود تمہیں نہیں چھوڑتا اس وقت تک تمہارا بدن ہلکا نہیں ہو سکتا اور تم چھوٹے نہیں ہو سکتے۔

یہ رمضان ہر پہلو سے ہر انسان کے لئے ایک پیغام لے کے آیا ہے۔ جسموں کے لئے بھی یہ زائد چربیوں کے پگھلانے کے دن ہیں۔ وہ جو تن آسان ہیں اور امیر کھا کھا کر موٹے ہو جاتے ہیں اور کام کی توفیق کم ملتی ہے ان کے لئے بھی یہ رمضان ایک خوشخبری لے کر آیا ہے۔ ان بیماروں کے لئے بھی لایا ہے جو کم کھانے کے باوجود پھر بھی موٹے ہو جاتے ہیں۔ یہ پتلا کرنے والا مہینہ ہے۔ پس اگر یہ چربی جو روحانی طور پر کسی انسان پر چڑھتی ہے اسے گھلاتا ہے تو رمضان وہ گرمی لے کر آیا ہے جو اس چربی کو پگھلا دیتی ہے۔ اگر جسمانی چربی کو کم کرنا ہے تو روزے اس میں تمہارے ممد ہونگے اور تمہیں پہلے سے بہتر حال میں چھوڑ دیں گے۔ یہ وہ مضمون ہے جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اس طرح بیان فرمایا۔ یہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا: ”ہر چیز کو پاک کرنے کے لئے اس کی ایک زکوٰۃ ہوتی ہے اور جسم کی زکوٰۃ روزہ ہے“۔ (ابن ماجه)۔ اب اسے صرف روح کی زکوٰۃ نہیں فرمایا۔ روح کی زکوٰۃ بھی ہے مگر یہاں خصوصیت سے جسم کی زکوٰۃ کا ذکر فرمایا ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے یہ جامع الصغیر سے لی گئی ہے۔ ”صُوْمُوْا تَصِحُّوْا“۔ اگر تم صحتمند ہونا چاہتے ہو تو روزے رکھو۔ تمہاری ضرورت سے زائد چربیاں پگھلیں گی اور ہلکا بدن اختیار کرنے کی توفیق ملے گی۔

پھر فرمایا: ”صبر کے مہینے یعنی رمضان کے روزے سینے کی گرمی اور کدورت دور کرتے ہیں“۔ (جامع الصغیر)

رمضان تو خود گرمی کا نام ہے پھر یہ سینے کی گرمی اور کدورت کیسے دور کرتا ہے۔ اگر خالصۃً طبی نقطہ نگاہ سے دیکھا جائے تو کولیسٹرول (Cholesterol) کو کم کرتا ہے جو سینے کی جلن کا موجب بنتا ہے۔ جب وہ خون کی نالیوں میں بیٹھتا ہے اور اس کے نتیجے میں نالیاں تنگ ہوتیں اور خون دل تک صحیح مقدار میں پہنچتا نہیں ہے تو سینے میں ایک آگ سی لگ جاتی ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم فرماتے ہیں کہ رمضان سے یہ فائدے بھی اٹھاؤ۔ تمہارے سینے میں جو جلن ہوتی ہے کوئی اس کو ہارٹ برن (Heart Burn) کہہ رہا ہے کوئی انجائنا (Angina) کی وجہ سے جل رہا ہے۔ کئی قسم کی بیماریاں سستیوں کے نتیجے میں انسان کو لاحق ہو جاتی ہیں۔

فرمایا ہر دفعہ رمضان کی بھٹی سے نکلو گے تو تمہاری ضرورت سے زیادہ چربیاں پگھلیں گی اور تمہارے سینوں کو سکون ملے گا اور ٹھنڈ نصیب ہو گی اور روحانی لحاظ سے بھی یہ تینوں چیزیں اپنی جگہ صحیح طور پر صادق آ رہی ہیں اور اطلاق پاتی ہیں۔ ہر چیز کو پاک کرنے کی ایک زکوٰۃ ہوتی ہے۔ رمضان جسم کے ظاہر و باطن کی زکوٰۃ ہے، یہ مراد ہے۔ یہ عجیب مہینہ ہے کہ ظاہری طور پر بھی جسم کی زکوٰۃ بن رہا ہے اور روحانی طور پر جسم کی زکوٰۃ بن رہا ہے یعنی اس کے لئے روحانی طور پر جو چربیاں چڑھی ہوئی ہیں وہ پگھلانے کے دن ہیں۔ اور مال اور دولت جمع کرنے کے برعکس رمضان مبارک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی سنت جو بہت کثرت سے خدا کی راہ میں خرچ کرنے کی طرف ہمیں بلاتی ہے یہ اس روحانی چربی کا علاج ہے۔ اس سے انسان کے اندر کئی قسم کی جو میلیں جمع ہو جاتی ہیں دنیا کی محبت کی، وہ صاف ہوتی ہیں اور انسان پھر ایک سال کے لئے نسبتاً ہلکے روحانی اور جسمانی بدن کے ساتھ دنیا میں لوٹتا ہے اور اگلے رمضان کی انتظار کرتا ہے۔ کچھ ایسے ہیں جو کوشش کر کے اپنے آپ کو اسی حالت پر قائم رکھتے ہیں۔ کچھ ہیں جو پھر طبعاً واپس لوٹتے ہیں اور پھر اگلا رمضان آتا ہے اور ان کے لئے سب برکتیں لے کر آتا اور بہت سی برکتیں پیچھے چھوڑ کر چلا جاتا ہے۔ اب صرف پندرہ سولہ دن باقی ہیں اس لئے جماعت کو چاہئے کہ اس پہلو سے بھی رمضان سے استفادہ کرنے کی بھرپور کوشش کریں۔

یہ جو خدا کی راہ میں خرچ کرنا ہے یہ کئی طرح سے ہے۔ بنیادی طور پر تو پہلے نیت درست اور صحتمند ہونی چاہئے کہ جو میں خرچ کر رہا ہوں اللہ کی خاطر کر رہا ہوں۔ اس ضمن میں ایسے لوگوں کے لئے بھی موقع ہے حالانکہ بظاہر بہت چھوٹی سی بات ہے۔ جو اپنی بیویوں اور بچوں سے کنجوسی کرتے ہیں اور طبعاً کنجوس واقع ہوئے ہیں اگر رمضان مبارک میں ان کو خیال آئے کہ اللہ نے کہا ہے خرچ کرو تو ہم گھر سے کیوں نہ شروع کریں۔ بیوی بچوں کو بھی کچھ سہولت دے دیں۔ تو بظاہر یہ بیوی بچوں

پر خرچ ہے مگر ہے خدا کی خاطر اور حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم تو یہاں تک فرماتے ہیں خدا کی محبت میں کہ خدا راضی ہو اپنی بیوی کے منہ میں لقمہ بھی ڈالو گے تو عبادت ہے۔ تو یہ نیکی گھر سے شروع ہو تو دیکھو کتنے گھروں کے حالات سدھار دے گی۔ کیونکہ مجھے یہ اطلاعیں ملتی رہتی ہیں بعض لوگ طبیعت کے درشت ہوتے ہیں، سخت مزاج اور بیوی بچوں کو کافی تنگی ڈالتے ہیں اور خود باہر نکلتے ہیں اور باہر ہوٹلوں میں جا کے کھانا کھا آتے ہیں۔ یا دوستوں میں بیٹھ کر اپنے چسکے پورے کر لیتے ہیں اور گھر میں وہی بے چاری سوکھی دال روٹی جس سے زیادہ کی توفیق ہے خاوند کو، لیکن بیوی کو نہیں دیتا۔ تو یہاں سے شروع کریں نا خرچ پہلے۔

اپنے گھروں کی حالت درست کریں ان کے حقوق ادا کریں پھر اپنے گردو پیش پر نظر ڈالیں۔ اپنے غریب بھائیوں اور ہمسایوں کے حقوق ادا کریں۔ وہ جو ضرورت مند دنیا میں تکلیفوں میں مبتلا ہیں۔ کشمیر کے مظلوم ہوں یا بوسنیا کے مظلوم ہوں، ان کی طرف پہلے سے بڑھ کر توجہ کریں۔ صدقات کے لئے ہاتھ کھولیں۔ چندوں میں آگے بڑھیں اور زکوٰۃ اگرچہ ان معنوں میں فرض نہیں ہے جن معنوں میں قرآن کریم میں مذکور ہے جن حالات میں وہ فرض ہے وہ حالات آج کل ویسے صادق نہیں آرہے اس لئے آج سے ان معنوں میں وہ فرض نہیں رہی لیکن زکوٰۃ بھی ایک ایسی چیز ہے جس کو لفظاً بھی اگر پورا کیا جائے تو ایک بڑی نیکی ہے۔

کیوں مَیں نے کہا ہے کہ ان حالات میں موجودہ حالات میں اس طرح صادق نہیں آرہی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ زکوٰۃ اصل میں اڑھائی فیصد چندے کا نام ہے اور زکوٰۃ کے مصارف میں ٹیکس بھی ہیں، حکومت کے کام بھی ہیں، ملکی مفادات کے کام بھی ہیں اور غریبوں پر خرچ بھی ہے، خدمتِ دین بھی ہے۔ آج کل جو حکومتیں ٹیکس لیتی ہیں وہ دنیا والا حصہ تو اتنا زیادہ وصول کر لیتی ہیں کہ جن سے وصول کرتی ہیں بعض دفعہ وہ زکوٰۃ کے محتاج بن جاتے ہیں بے چارے، اگر وہ دیانتداری سے ادا کریں تو۔ اس لئے جہاں تک ٹیکسوں کا معاملہ ہے وہ حق تو حق سے بڑھ کر ادا ہو گیا اور جہاں تک دینی ضروریات کا تعلق ہے جماعت اتنا خرچ کر رہی ہے کہ ڈھائی فیصد کو تو اپنے سے بہت نیچے دیکھتی ہے۔ ایسے چندہ دہندہ ہیں جو ساڑھے چھ فیصد باقاعدہ دے رہے ہیں پھر اس کے علاوہ خدا کے فضل کے ساتھ دس فیصد بھی دے رہے ہیں۔ پھر اس سے بڑھ کر ہر اپیل پر، ہر قربانی کے رستے پر ایک دوسرے سے سبقت لے جاتے ہوئے خرچ کرتے ہیں تو اس لئے یہ نہیں مَیں کہہ رہا کہ زکوٰۃ واجب نہیں رہی، ان معنوں میں وہ اطلاق نہیں پا رہی کہ زکوٰۃ میں جتنا خرچ کرنے کی اللہ مومن سے توقع رکھتا ہے، اسی کے فضل سے اسی کی دی ہوئی توفیق سے، جماعت احمدیہ اس سے بہت زیادہ انہی نیک کاموں پر خرچ کر رہی ہے۔ خواہ وہ حساب زکوٰۃ کا لگائے یا نہ لگائے زکوٰۃ تو دے رہی ہے۔

> ہر احمدی کو اپنے نفس کو اس طرح جانچنا چاہئے کہ جو کچھ اللہ نے اسے دیا ہے اس میں سے وہ اس طرح خرچ کرتا ہے کہ نہیں کہ ﴿خَصَاصَةٌ﴾ کے باوجود پھر بھی خرچ کر رہا ہو اور مال کی محبت حائل ہو رہی ہو اور پھر بھی خرچ کر رہا ہو۔

لیکن بعض دفعہ یہ بھی لطف آتا ہے کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے زمانے میں طریق رائج تھا اسی طریق کے مطابق ہم بھی کچھ دیں اور اس طریق پر عمل کرنے کے لئے خصوصیت سے ان لوگوں کے لئے رستہ کھلا ہے جو اپنے تجارتی اموال ایک لمبے عرصہ تک اپنے پاس روک کر رکھتے ہیں۔ یا بہت دیر تک اپنے بینک بیلنس میں رکھتے ہیں۔ یہاں تک کہ نصاب کا ایک سال گزر جاتا ہے یا وہ عورتیں ہیں جن کے پاس زیور پڑے ہوئے ہیں اور وہ اپنے غریب بہن بھائیوں کے استعمال میں ان کو لاتیں اور اپنی خوشیوں میں یعنی زیور پہننے کی خوشیوں میں ان کو شریک نہیں کرتیں ان پر بھی یہ زکوٰۃ عائد ہوتی ہے۔ تو باوجود اس کے کہ وہ ٹیکس بھی زیادہ دے رہے ہیں باوجود اس کے کہ وہ چندے بھی زیادہ دے رہے ہیں۔ جماعت میں ایک طبقہ ایسا ضرور ہے جو زکوٰۃ دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے بغیر کسی میری تحریک کے وہ طبقہ از خود زکوٰۃ دیتا چلا جارہا ہے۔ یہاں تک کہ جب مجھے رپورٹیں ملتی ہیں اور مَیں نظر رکھتا ہوں تو حیران ہوتا ہوں کہ ہر سال اللہ کے فضل سے اس میں اضافہ ہو رہا ہے اور باہر کے ملکوں میں بھی ہے۔ تو مَیں اس واسطے دوبارہ آج یاد دہانی کرا رہا ہوں کہ وہ لوگ جن کا ذہن اس طرف نہیں جاتا اور اپنے دل کو جائز طور پر مطمئن کرتے ہیں، ناجائز طور پر نہیں۔ کہ ہم نے حکومت کے حق بھی ادا کر دئے اور قرآن نے جو نافذ کئے اس سے بڑھ کر ادا کئے۔ اللہ کا حق بھی اور اس کے بندوں اور غریبوں کا حق بھی ادا کیا اور جیسا کہ قرآن چاہتا تھا اس کے کم سے کم مقرر کردہ معیار سے بہت بڑھ کر ادا کیا۔ یہ کہہ کر دلوں کو مطمئن کرتے ہیں مگر اگر ان سے یہ سوال کیا جائے کہ کبھی زکوٰۃ دی ہے کہ نہیں تو زکوٰۃ کے وقت ہمیشہ ذہن میں وہی اڑھائی فیصد آئے گا اور انہی شرائط کے ساتھ آئے گا جن شرائط کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے زمانے میں اس پر عمل ہوتا تھا۔ تو تبرک کے لئے، برکت کی خاطر اور اپنی نیکی کی خواہشات کو ایک اور رنگ میں پورا کرنے کی خاطر، ایک اور رنگ میں ان خواہشات کی پیاس بجھانے کی خاطر زکوٰۃ کو بھی پیش نظر رکھیں۔

پس ہر طرح سے بدن کی زکوٰۃ دیں اور اپنے دل اور روح کی بھی زکوٰۃ دیں، اپنے سارے وجود کی زکوٰۃ دینے کے بعد جیسا کہ زکوٰۃ کے مفہوم میں شامل ہے انسان کے کچھ بوجھ گر جاتے ہیں اور کچھ طاقتیں بڑھ جاتی ہیں۔ زکوٰۃ کے نتیجے میں دو باتیں بیک وقت ظاہر ہو رہی ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ بوجھ کم ہو رہے ہیں۔ ایک یہ کہ انسان کی اعصابی قوتیں اور اس کی عضلاتی قوتیں بڑھ رہی ہوتی ہیں تو رمضان سے جب ایسے وجود نکلتے ہیں تو چونکہ کم بوجھ لے کر آگے بڑھنا ہے رفتار ویسے ہی تیز ہو جانی چاہئے۔ مگر چونکہ جسمانی اور روحانی طاقتوں میں اضافہ ہو چکا ہوتا ہے اس لئے پہلے سے کئی گنا زیادہ تیز رفتار آگے بڑھ جاتی ہے۔ پس یہ بہت ہی اچھا نسخہ ہے دینی اور دنیاوی طور پر ترقیات کی راہ پر پہلے سے زیادہ تیزی سے گامزن ہونے کا کہ رمضان سے رمضان کی زکوٰۃ دیتے ہوئے گزریں۔

ایک اور حدیث ہے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے متعلق۔ عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ "رسول کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور رمضان میں آپ کی سخاوت اور بھی زیادہ ہو جاتی تھی اور جبرائیل علیہ السلام آپ سے ملاقات کرتے تھے اور قرآن کریم کا دور کرتے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ان دنوں تیز آندھیوں سے بھی زیادہ سخاوت فرمایا کرتے تھے"۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام رمضان کی روح کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"رمضان سورج کی تپش کو کہتے ہیں۔ رمضان میں چونکہ انسان اکل وشرب اور تمام جسمانی لذتوں پر صبر کرتا ہے۔ دوسرے اللہ تعالیٰ کے احکام کے لئے ایک حرارت اور جوش پیدا کرتا ہے۔ روحانی اور جسمانی حرارت اور تپش مل کر رمضان ہوا"۔

آپ میں سے اکثر جو عربی نہیں جانتے وہ اس بات کو سمجھ نہیں سکے ہوں گے کہ مل کر کیسے رمضان ہوا۔ اس لئے کہ رَمَضَ کا مطلب ہے گرمی اور رمضان کے معنی ہیں دو گرمیاں۔ تو فرمایا کہ رمضان میں ان دونوں گرمیوں کا ملنا ضروری ہے تب رمضان بنے گا اور یہ وہی بات ہے جو مَیں اس سے پہلے آپ کے سامنے رکھ چکا ہوں کہ جسمانی زکوٰۃ بھی دیں اور روحانی زکوٰۃ بھی دیں تو تب جا کر یہ صحیح معنوں میں رمضان بنے گا یعنی دونوں گرمیاں آپ کو نصیب ہوں گی۔

"اہل لغت جو کہتے ہیں کہ گرمی کے مہینے میں آیا اس لئے رمضان کہلایا۔ میرے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے۔ (یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے) کیونکہ یہ عرب کے لئے خصوصیت نہیں ہو سکتی"۔

فرمایا رمضان تو ساری دنیا کے لئے ہے اور سخت ٹھنڈے علاقوں کے لئے بھی ہے۔ اگر یہ حکمت بیان کی جائے اس لئے رمضان کہتے ہیں کہ گرمیوں میں آیا تو یہ ویسے ہی درست بات نہیں ہے اور جہاں تک مَیں نے پرانی تقویم کے ذریعے اس زمانے کا حساب لگایا ہے جب رمضان فرض ہوا ہے تو وہ تو گرمیوں کے روزے ہی نہیں تھے، وہ تو سردیوں کے روزے بنتے ہیں۔ مثلاً رمضان بدر میں مارچ کے مہینے میں آیا ہے اور اس کے بعد جوں جوں آگے بڑھتے ہیں فتح مکہ کی طرف، یہ سردیوں کی طرف مائل رہا ہے نہ کہ گرمیوں کی طرف۔ اس لئے پتہ نہیں کیوں پرانے بزرگوں نے یہ لکھ دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ گرمیوں کے مہینے میں اترا ہی نہیں ہے یعنی رمضان کی فرضیت گرمیوں کے مہینے میں نہیں ہوئی۔ زیادہ سے زیادہ اسے اپریل کا مہینہ کہہ سکتے ہیں اس سے آگے نہیں۔ اس لئے وہ چونکہ ملک ویسے ہی گرم ہے بعض دفعہ ہمارے ملک میں بھی (پاکستان میں بھی) مارچ اپریل میں سخت گرمی ہو جاتی ہے تو جہاں گرمیوں کی روایتیں ہیں لمبے سفر کے موقع پر شاید اس سے اندازہ لگا کر بعض لکھنے والوں نے لکھ دیا کہ گرمیوں کے مہینے میں رمضان آیا ہوگا۔ مگر آپ حساب لگا کے دیکھ لیں رمضان شروع ہی گرمیوں کے مہینے ختم ہونے کے بعد سردیوں کے مہینوں کے آغاز میں ہوا ہے۔ بہر حال حضرت مسیح

شمالی جرمنی کی گائے کے بہترین گوشت سے تیار شدہ

سلامی اور شنکن

(SALAMI & SHINKEN)

عمدہ کوالٹی اور پورے جرمنی میں بروقت ترسیل کے لئے ہمہ وقت حاضر۔ پیزا (PIZZA) کے کاروبار میں آپ کے معاون

احمد برادرز

خالص گائے کے گوشت سے تیار شدہ سلامی اور شنکن کے خواہشمند حضرات بذریعہ ٹیلیفون فری سروس سے فائدہ اٹھا کر بازار سے بارعایت اور تازہ مال حاصل کر سکتے ہیں

آج ہی رابطہ کیجئے

CH.IFTIKHAR & BROTHERS

TEL: 04504-201 FAX: 04504-202

موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ویسے ہی اس دلیل کو رد فرمار ہے ہیں۔ رمضان ساری دنیا کے لئے ہے۔ دنیا میں بہت ٹھنڈے ملک بھی ہیں بہت گرم ملک بھی ہیں۔ اس لئے اس کے روحانی معنوں کو تلاش کرو۔ چنانچہ آپؑ فرماتے ہیں:

’’روحانی رمضان سے مراد روحانی ذوق شوق اور حرارت دینی ہوتی ہے۔ رمضان اس حرارت کو بھی کہتے ہیں جس سے پتھر وغیر گرم ہوتے ہیں‘‘۔(ملفوظات جلد اول صفحہ ۲۰۹)

یعنی خصوصیت سے وہ حرارت جس سے باہر پڑے ہوئے پتھر گرم ہو جاتے ہیں اس کے لئے بھی لفظ رمضان عربی میں استعمال ہوتا ہے۔ پس مراد یہ ہے کہ ایسے موقع پر ہر قسم کے انسان اس سے گرمی پاتے ہیں یا روحانی طور پر فیض پاتے ہیں۔ بعض لوگ مزاج کے پتھر دل بھی ہوتے ہیں، سخت دل بھی ہوتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے رمضان کے مہینے کا کچھ نہ کچھ فیض ان کو بھی پہنچ جاتا ہے۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ﴾ (کہ رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا) سے ماہ رمضان کی عظمت معلوم ہوتی ہے۔ صوفیاء نے لکھا ہے کہ یہ ماہ تنویر قلب کے لئے عمدہ مہینہ ہے۔ کثرت سے اس میں مکاشفات ہوتے ہیں۔ صلوٰۃ تزکیۂ نفس کرتی ہے اور صوم تجلیٔ قلب کرتا ہے۔ تزکیۂ نفس سے مراد یہ ہے کہ نفسِ امارہ کی شہوات سے بُعد حاصل ہو جائے اور تجلی قلب سے مراد یہ ہے کہ کشف کا دروازہ اس پر کھلے کہ خدا کو دیکھ لے‘‘۔(ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۲۵۶)

یہ بہت ہی اہم اقتباس ہے اور یہ مَیں مزید کھول کر بیان کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جو کلام فرمار ہے ہیں یہ گہرے ذاتی تجربے سے بیان فرمار ہے ہیں۔ کوئی سنی سنائی بات نہیں ہے بلکہ اس کی طرز بتاتی ہے کہ ایک صاحب تجربہ ہے جو ایک بہت ہی عمدہ راز کو پا گیا اور اس راز میں دوسروں کو شریک کرنے کے لئے بلا رہا ہے۔

تنویرِ قلب کیا ہوتی ہے؟ فرمایا: کثرت سے اس میں مکاشفات ہوتے ہیں۔ صوفیاء نے تو اتنا کہا ہے کہ یہ تنویرِ قلب کا مہینہ ہے۔ تنویرِ قلب سے مراد ہے دل روشنی پا جائے۔ پس مکاشفات ہوں، سچی خوابیں آئیں یا الہامات ہوں یہ ساری تنویرِ قلب کی علامتیں ہیں کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس پر مزید یہ فرمایا ہے ’’صلوٰۃ تزکیہ نفس کرتی ہے‘‘۔ یہ پہلے ہونا ضروری ہے۔

تنویرِ قلب یونہی نہیں حاصل ہو جایا کرتی۔ پہلے عبادتوں کو درست کرو اور نماز پڑھو گے تو وہ دل کا تزکیہ کرتی ہے۔ اس کو پاک کرتی ہے۔ کس طرح پاک کرتی ہے؟ نفس امارہ کی شہوات سے بُعد حاصل ہو جاتا ہے۔ ﴿اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ﴾ کا مضمون ہے جو بیان فرمار ہے ہیں۔ فرماتے ہیں جب تک فحشاء اور بغی و منکر سے تم باز نہیں آتے اس وقت تک تم تنویرِ قلب کہاں سے حاصل کر لو گے۔ وہ تو بعد کا مقام ہے اور فرمایا نماز پہلے یہ تزکیہ کا کام کرتی ہے۔

> پس اہل ربوہ کو اب خوش ہونا چاہئے کہ پہلے تو ان کی خوشیوں کی آواز دبا دی جاتی تھی، اب وہ آواز نہیں دبے گی۔ ان کی خوشیاں منانے والے سارے عالم میں ان کی طرف سے خوشیاں منائیں گے

پس رمضان مبارک میں نماز کی طرف خصوصیت سے توجہ دینی ضروری ہے اور ایسی نماز پڑھنی چاہئے جس کے نتیجے میں انسان اپنے بدن سے بدیاں جھڑتے ہوئے دیکھ لے۔ اپنی روح کے بدن کو پہلے کی نسبت ہلکا ہوتا ہوا دیکھ لے۔ اور ہر انسان اگر بالارادہ طور پر نگاہ رکھے کہ مَیں دیکھوں مجھے رمضان میں نمازوں نے کیا فائدہ پہنچایا تو اس کے لئے اس کی پہچان ناممکن نہیں ہے بلکہ آسان ہے۔ اس لئے اس بالارادہ کوشش میں داخل ہو جائیں۔ یعنی رمضان میں جتنے دن باقی ہیں اس میں نمازیں پڑھتے ہوئے جب نماز کے مضمون پر غور کریں گے تو اس وقت آپ کو سمجھ آئے گی کہ جو کچھ آپ خدا سے مانگ رہے ہیں آپ کا عملی قدم اس طرف نہیں ہے۔ کہتے ہیں ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ﴾، کتنی دفعہ پڑھتے ہیں؟ ہر نماز میں، ہر رکعت میں لازماً پڑھنا پڑتا ہے اور کہتے ہیں اے خدا ہمیں صراط مستقیم پر چلا۔ صراط مستقیم ان لوگوں کی جن پر تو نے انعام نازل فرمائے۔ نہ کہ ان لوگوں کی جو صراط مستقیم پر چلنے کے باوجود غضب کا مورد بن گئے یعنی اس صراط کے حق ادا نہ کئے۔ آغاز میں ان کو اس راہ پہ ڈالا گیا مگر اس راہ کے حقوق ادا نہ کرنے کے نتیجے میں وہ مغضوب ہو گئے۔ ﴿وَلَا الضَّآلِّيْنَ﴾ اور نہ ان کا راستہ جو اس راہ کو ہی چھوڑ بیٹھے اور گم گشتہ راہ ہو گئے۔ اب سوال یہ ہے کہ اتنی بڑی دعا کچھ تقاضے بھی کرتی ہے کہ نہیں۔ ایک انسان جب یہ سوچے کہ منعم علیہ گروہ تھے کون؟ وہ کون لوگ تھے جن پر اللہ کی طرف سے انعام نازل ہوئے اور پھر اس مضمون کو اپنی ذات پر صادر کر کے دیکھے کہ مجھ میں وہ کتنی علامتیں پائی جاتی ہیں اور پھر ﴿مَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ﴾ کا تصور کرے۔ بگڑے ہوئے یہودیوں کے حالات آپ کے سامنے ہیں۔ کیا کیا ان میں برائیاں تھیں۔ اگر اُس وقت کی تاریخ آپ کے سامنے نہیں تو اِس زمانے کی تاریخ تو ہے نا؟ کیونکہ حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ہمارے لئے یہ مضمون آسان کر دیا ہے۔ فرمایا میری امت بھی، جو لوگ میری طرف منسوب ہوتے ہیں، ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے کہ یہود کے زیادہ مشابہ ہو جائیں گے اور ایسے مشابہ ہو جائیں گے کہ جیسے ایک جوڑے کی ایک جوتی اس جوڑے کی دوسری جوتی کے مشابہ ہوتی ہے۔ تو وہ علامتیں یہاں دیکھ لیجئے، اس میں کونسی مشکل ہے۔ جو آجکل کی بگڑی ہوئی مسلمان سوسائٹی میں جہاں جہاں خرابیاں پائی جاتی ہیں ان کو دیکھنا اور پہچاننا کوئی مشکل کام تو نہیں ہے۔ ان میں جھوٹ ہے، ان میں دوسروں کے حقوق غصب کرنے ہیں، ان میں حرص وہوا کی خاطر جھوٹے مقدمات بنانے ہیں، ان میں گواہیوں کے وقت جھوٹ بولنا ہے۔ حرص وہوا کا اتنا غلبہ کہ جائز و ناجائز کی تمیز بالکل اٹھ جائے اور جھگڑے کرنا اور گالی گلوچ کرنا اور تکلیفیں دے کر لذتیں محسوس کرنا اور اس بات پر فخر کرنا کہ ہم سے بڑا جھگڑالو کوئی نہیں۔ ہم بڑے کپتے لوگ ہیں۔ ہم ایسا کریں گے اور وہ کریں گے۔ یہ چند علامتیں ہیں جو مَیں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ کون ان سے ناواقف ہے۔

اور ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ﴾ کہتے ہیں اور کہتے ہیں ہم نے ان علامتوں میں سے کوئی نہیں چھوڑنی۔ اے اللہ لگا لے زور، بنا لے ہمیں نیک، ہم نے نہیں ہٹنا اس بات سے۔ یہ کیسی دعا ہے۔ یہ تو گستاخی ہے۔ اس لئے جب بھی آپ یہ دعا کرتے ہیں تو سوچیں تو سہی کہ کون کون سی باتیں آپ میں پائی جاتی ہیں۔ شروع شروع میں چند دکھائی دیں گی کیونکہ یہ اندھیرے کا مضمون ہے۔ جب روشنی سے اندھیرے کمرے میں جاتے ہیں تو ایکدم تو سب کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ آہستہ آہستہ دکھائی دیتا ہے تو پہلے آپ کو بعض موٹی موٹی برائیاں نظر آئیں گی کہ ان سے بچنا ہے۔ جب وہ دیکھ لیں گے اور پہچان لیں گے اور دعا میں شامل کر لیں گے تو آپ کی پاک نیت اس دعا کی قبولیت میں مددگار ہو جائے گی اور اس کے نتیجے میں وہ برائیاں دور کرنا بہت زیادہ آسان ہو جائے گا۔ کچھ آپ کی کوشش ہو گی کچھ آسمان سے فضل نازل ہو گا۔ اور پھر جب اپنی طرف سے آپ اپنے آپ کو پاک کر لیں گے تو آنکھوں کی روشنی کچھ بڑھے گی اور اندھیروں کی ظلمت کچھ کم ہو گی اور آپ دیکھیں گے کہ اوہو یہاں تو یہ بھی ٹھوکر تھی اور یہ بھی ٹھوکر تھی۔ اس سے بھی تو ہم نے پاک ہونا ہے۔ یہ بھی تو مغضوب کی نشانیاں ہیں اور اس طرح آپ پر اپنا وجود روشن ہونے لگ جائے گا۔

یہی مضمون ہے جس کا قرآن کریم بار بار اس طرح ذکر فرماتا ہے کہ وہ یعنی پاک نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اور آپ کی تعلیمات اور قرآن اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالنے والے ہیں۔ اندھیرے موجود ہیں، یہ نہ سمجھیں کہ نہیں ہیں۔ اس سے روشنی کی طرف نکلنا یہ رستہ چاہتا ہے جو مَیں دکھا رہا ہوں۔ اور صراط مستقیم پر چلتے ہوئے صراط مستقیم کی دعا مانگنے کا یہ مطلب ہے جسے سمجھتے ہوئے آپ کو استغفار کے ساتھ یہ دن گزارنے چاہئیں۔ پہلے اگر یہ نمازیں ضائع ہو گئیں اور ان سے فائدہ نہ اٹھا سکے۔ اب جو نمازیں رمضان میں آپ پڑھیں گے ان میں اس مضمون کو پیش نظر رکھتے ہوئے کوشش کریں کہ یہ تزکیۂ نفس کا موجب بنیں۔ جب تزکیۂ نفس ہو گا تو پھر تنویرِ قلب تو آنی ہی آنی ہے۔ تنویرِ قلب دل کی روشنی کا نام ہے۔ اندھیروں کے ہوتے ہوئے تنویر کیسے ہو سکتی ہے یہ تو دو متضاد باتیں ہیں۔ ﴿جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا﴾۔ یہ تو ممکن ہی نہیں کہ حق آ جائے اور باطل بھی وہیں ٹھہرا رہے۔ اس کا برعکس یہ ہے کہ پہلے اندھیرے دور کرو تو پھر روشنی آئے گی۔ پس دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

آپ کا منور ہونا جو ہے، یہ دراصل وہی مضمون ہے جس سے مَیں نے بات کا آغاز کیا تھا۔ ظاہری چراغ آپ کو نہ بھی جلانے دے کوئی۔ تو کیا فرق پڑتا ہے؟ اگر آپ کے دلوں میں خدا تنویر پیدا فرما دے، آپ کے دلوں میں چراغ روشن کر دے تو خدا کی قسم تمام دنیا کی پھونکیں بھی ان چراغوں کو نہیں بجھا سکیں گی۔ یہ روشنی تو بڑھے گی اور پھیلے گی اور آگے آگے چلے گی اور باقی دنیا کو بھی روشن سے روشن تر کرتی چلی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

ٹریول کی دنیا میں ایک نام

KMAS TRAVEL

پی آئی اے کے منظور شدہ ایجنٹ

جرمنی بھر سے تمام دنیا میں بالخصوص پاکستان سفر کرنے والوں کے لئے خوشخبری

پی آئی اے، گلف، امارات اور دوسری ہوائی کمپنیوں کے ٹکٹ حاصل کرنے کے لئے آپ کی خدمت کے لئے پیش پیش۔ ہر قسم کی پریشانی سے بچنے کے لئے اپنے سفر کے پروگرام کو قبل از وقت ترتیب دیں اور بکنگ کے لئے ہماری خدمات حاصل کریں۔

رابطہ: مسرور محمود + کاشف محمود

KMAS TRAVEL

Dieselstr.20 , 64293 Darmstadt . Germany

Tel: 06150-866391 Fax: 06150-866394

Mobile: 0170-7302624

بقیہ: رمضان المبارک۔ قبولیت دعا کے خاص ایام از صفحہ نمبر ۴

بقیہ: رمضان المبارک۔ قبولیت دعا کے خاص ایام از صفحہ نمبر ۴

مسلمانوں ہی کی دعائیں نہیں سنتا بلکہ خواہ کوئی ہندو ہو یا عیسائی، سکھ ہو یا آریہ، اگر وہ خدا تعالیٰ کے حضور سچے دل سے گڑگڑائے اور اپنی حالت زار پیش کر کے اس کی مدد چاہے تو خدا تعالیٰ اُس کی دعا کو سنتا اور اُسے قبول کرتا ہے۔ بیشک وہ ایک سچے مسلمان کی دعائیں دوسرے لوگوں کی نسبت زیادہ قبول کرتا ہے مگر اس کے یہ معنے نہیں کہ اس نے اپنی رحمت کا دروازہ دنیا کی باقی قوموں اور افراد کے لئے بند کر رکھا ہے۔ بلکہ ہر شخص جو اس کے دروازہ پر جاتا ہے اور اس کے حضور گر جاتا ہے خدا تعالیٰ اس پر رحم کرتا ہے اور اُس کی حاجات کو پورا فرماتا ہے۔ وہ واضح الفاظ میں فرماتا ہے کہ ﴿اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ﴾۔ جب کوئی پکارنے والا اپنی مدد کے لئے مجھے آواز دیتا ہے تو مَیں اس کی پکار کا جواب ضرور دیتا ہوں اور اسے اپنی بارگاہ سے کبھی خالی ہاتھ واپس نہیں کرتا۔

پھر فرماتا ہے ﴿فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ﴾ جب میں تمہاری باتیں سنتا ہوں اور تمہاری دعائیں قبول کرتا ہوں تو تمہیں بھی تو ایسا بن جانا چاہئے کہ تمہاری دعائیں قبول ہوں۔ یہ مت خیال کرو کہ مَیں ہر ایک دعا کو سنتا ہوں۔ میرے احکام کے خلاف جو دعائیں ہونگی یا میرے مقرر کردہ فرائض کے خلاف ہونگی یا اخلاقی نظام کے خلاف ہونگی، مَیں انہیں کیسے سن سکتا ہوں۔ کیا مَیں انہیں قبول کر کے اپنے رسول کو ہلاک کر دوں؟ یا کیا مَیں انہیں قبول کر کے اخلاقی نظام کو توڑ ڈالوں؟ اگر تم چاہتے ہو کہ تمہاری دعائیں سنی جائیں تو چاہئے کہ تمہاری دعا میرے نظام کے خلاف نہ ہو۔ تمہاری دعا دین کے خلاف نہ ہو۔ تمہاری دعا اخلاقی نظام کے خلاف نہ ہو۔

کہتے ہیں ایک عرب حج کے لئے گیا تو وہ خانہ کعبہ میں کھڑے ہو کر ایک دعا کر رہا تھا اور وہ ایسی گندی تھی کہ اسے سن کر پولیس نے اسے قید کر لیا۔ وہ دعا یہ کر رہا تھا کہ اے خدا! تو ایسا کر کہ میری محبوبہ کا خاوند اس سے ناراض ہو جائے اور وہ مجھے مل جائے گویا نعوذ باللہ خدا تعالیٰ بھی اس کی بدکاری میں شریک ہو جائے۔

اسی طرح ایک دفعہ ایک چور نے بیان کیا کہ مَیں جب سیندھ لگانے لگتا ہوں تو دو رکعت نماز پڑھ لیتا ہوں تا کہ چوری سے پہلے اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل کر لوں اور مجھے اس کام میں کامیابی حاصل ہو۔ اخبارات میں عموماً اشتہارات چھپتے رہتے ہیں کہ ایسے تعویذ ہیں جن کے پاس رکھنے سے تم جس عورت کو چاہو بلا سکتے ہو۔ اس تعویذ کے اثر سے وہ عورت خود بخود تمہارے پاس آ جائے گی۔ اور پھر کہتے ہیں کہ فلاں بزرگ ہے اسے خدا تعالیٰ کا کلام آتا ہے، اُس نے یہ تعویذ تیار کئے ہیں۔ یہ دین کے ساتھ تمسخر ہے۔ خدا تعالیٰ بدکاریوں میں کبھی شریک نہیں ہوتا۔ کہنے والے بے شک ایسا کہتے ہیں مگر یہ غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ﴾۔ اگر مَیں نے کہا ہے کہ مَیں پکارنے والے کی پکار کو سنتا ہوں تو اس سے یہ نہ سمجھ لینا کہ مَیں ہر پکارنے والے کی پکار کو سن لیتا ہوں۔ جس پکار کو مَیں سنتا ہوں اس کے لئے دو شرطیں ہیں۔ اول مَیں اس کی پکار کو سنتا ہوں جسے مجھ پر یقین ہو، مجھ پر بدظنی نہ ہو۔ اگر دعا کرنے والے کو میری طاقتوں اور قوتوں پر یقین ہی نہیں تو مَیں اس پکار کو کیوں سنوں۔

پس قبولیت دعا کے لئے دو شرطیں ہیں۔ جس دعا میں یہ دو شرطیں پائی جائیں گی وہی قبول ہو گی۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے یہاں ﴿اَلدَّاعِ﴾ فرمایا ہے جس کے معنے ہیں ایک خاص دعا کرنے والا اور اس کے آگے وہ شرائط بتا دیں جو ﴿اَلدَّاعِ﴾ میں پائی جاتی ہیں۔ اور وہ یہ ہیں کہ وہ میری سنے اور مجھ پر یقین رکھے۔ یعنی وہ دعا میرے مقرر کردہ اصولوں کے مطابق ہو، سنت کے مطابق ہو۔ اگر کوئی شخص ایسی دعائیں کرے گا تو مَیں بھی اس کی دعاؤں کو سنوں گا۔ لیکن اگر کوئی کہے کہ اے اللہ! میرا فلاں عزیز مر گیا ہے تُو اسے زندہ کر دے تو یہ دعا قرآن کے خلاف ہے۔ محمد رسول اللہ ﷺ کی تعلیم کے خلاف ہے۔ جب اس نے قرآن کی ہی نہیں مانی، محمد رسول اللہ ﷺ کی نہیں مانی تو خدا اُس کی بات کیوں مان لے۔ پس ﴿فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ﴾ میں اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ تمہیں چاہئے کہ تم میری باتیں مانو اور مجھ پر یقین رکھو۔ اگر تمہیں مجھ پر یقین نہیں ہے تو مَیں تمہاری دعا کیسے سن سکتا ہوں؟ پس قبولیت دعا کے لئے دو شرطیں ہیں۔ اوّل ﴿فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ﴾ تم میری باتیں مانو۔ (۲) ﴿وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ﴾ اور مجھ پر یقین رکھو۔ جو لوگ ان شرائط کو پورا نہیں کرتے وہ دیندار نہیں۔ وہ میرے احکام پر نہیں چلتے اس لئے مَیں بھی یہ وعدہ نہیں کرتا کہ مَیں اُن کی ہر دعا سنوں گا۔ بے شک مَیں ان کی دعاؤں کو بھی سنتا ہوں مگر اس قانون کے ماتحت ان کی ہر دعا کو نہیں سنتا۔ لیکن جو شخص اس قانون پر چلتا ہے اور پھر دعائیں بھی کرتا ہے مَیں اس کی ہر دعا کو سنتا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ بازار میں چند بنئے بیٹھے آپس میں باتیں کر رہے تھے کہ کیا کوئی ایک پاؤ تِل کھا سکتا ہے۔ وہ ایک پاؤ تِل کھانا بہت بڑا کام سمجھتے تھے۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ جو ایک پاؤ تِل کھا لے اس کو مَیں پانچ روپے انعام دوں گا۔ پاس سے ایک زمیندار گزر رہا تھا اُس نے جب سنا کہ پاؤ تِل کھانے پر شرط لگی ہوئی ہے تو اس کی سمجھ میں یہ بات نہ آئی۔ اُس نے خیال کیا بھلا ایک پاؤ تِل کونسی بڑی بات ہے جس پر انعام دیا جائے۔ ضرور اس کے ساتھ کوئی اور شرط ہو گی۔ وہ آگے بڑھا اور پوچھا: "شاہ جی! تِل سلّیاں سمیت کھانے نے کہ بغیر سلّیاں دے"۔ یعنی چھلیوں سمیت تِل کھانے ہیں یا الگ کئے ہوئے بیج کھانے ہیں۔ اُس زمیندار کے نزدیک تو پاؤ تِل کھانا کوئی چیز نہ تھی لیکن وہ سب بنئے تھے جو آدھا پھلکا کھانے کے عادی تھے۔ جب اس نے یہ کہا کہ شاہ جی! کیا تِل چھلیوں سمیت کھانے ہیں تو اس بنئے نے کہا: چوہدری صاحب آپ جایئے ہم تو آدمیوں کی باتیں کرتے ہیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ جہاں یہ کہتا ہے کہ مَیں پکارنے والے کی پکار کو سنتا ہوں۔ وہاں بھی وہ آدمیوں کا ہی ذکر کرتا ہے، جانوروں کا نہیں کرتا۔ وہ ہر پکارنے والے کی پکار کو نہیں سنتا۔ وہ صرف اس شخص کی پکار سنتا ہے جسے یہ احساس ہو کہ اللہ تعالیٰ پر ہی سب ذمہ داری نہیں بلکہ مجھ پر بھی کچھ ذمہ داری ہے۔ مثلاً اگر کوئی کہے کہ اے خدا! فلاں کی لڑکی مجھے ادھال کر لا دے یا فلاں کا مال مجھے دے دے یا میرے فلاں دشمن کی جان نکال دے تو خدا تعالیٰ اپنے آپ کو ان دعاؤں کا مخاطب نہیں سمجھتا۔ پس فرمایا ﴿فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ﴾ مَیں ہر اس دعا کو سنتا ہوں جس کا کرنے والا پورے طور پر میرے احکام پر عمل کرے اور پھر اسے مجھ پر پورا یقین بھی ہو۔ جو جو ایسا کرتے ہیں وہ غلط دعائیں مانگتے ہی نہیں۔ کیا محمد رسول اللہ ﷺ اور صحابہؓ ایسی دعائیں مانگتے تھے کہ اے خدا فلاں کا مال ظالمانہ طور پر ہمیں دیدے۔ پس خدا تعالیٰ بھی یہاں انسانوں کا ذکر کرتا ہے حیوانوں کا نہیں۔ اور فرماتا ہے کہ مَیں دعائیں سنتا ہوں لیکن اس کے لئے دو شرطیں ہیں۔ اول دعا کرنے والا پورے طور پر میرے احکام پر عمل کرے۔ دوم اسے مجھ پر یقین بھی ہو۔ جب اسے مجھ پر یقین ہو گا تو اس کا اعتماد بھی دعا کی قبولیت کے لئے اکسائے گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ آپ سب سے زیادہ کس کے لئے دعائیں کرتے ہیں۔ آپؓ نے فرمایا مَیں سب سے زیادہ اس شخص کے لئے دعا کرتا ہوں جو مجھے آ کر کہے کہ میرے لئے کوئی دعا کرنے والا نہیں آپؓ میرے لئے دعا کریں۔ جب وہ مجھ پر اعتماد کرتا ہے حالانکہ وہ میرا واقف بھی نہیں ہوتا تو مَیں اس پر اعتماد کیوں نہ کروں۔ پس فرمایا ﴿وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ﴾ جو مجھ پر یقین رکھتا ہے اور میرے منشا کے مطابق دعا کرتا ہے مَیں اس کی دعا کو قبول کرتا ہوں۔ لیکن جسے یقین نہ ہو وہ میرے منشا کے مطابق دعا نہ کرتا ہو تو اس کی دعا قبول نہیں ہو سکتی۔ اسی کی طرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی یہ حدیث بھی اشارہ کرتی ہے کہ " لَا یَزَالُ یُسْتَجَابُ لِلْعَبْدِ مَا لَمْ یَدْعُ بِاِثْمٍ اَوْ قَطِیْعَۃِ رَحِمٍ مَا لَمْ یَسْتَعْجِلْ. قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا الْاِسْتِعْجَالُ. قَالَ یَقُوْلُ قَدْ دَعَوْتُ وَقَدْ دَعَوْتُ فَلَمْ اَرٰی یُسْتَجَابُ لِیْ فَیَسْتَحْسِرُ عِنْدَ ذٰلِکَ وَیَدَعُ الدُّعَاءَ "۔ (مسلم جلد ۲ کتاب الذکر والدعاء)۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی دعائیں قبول کرتا ہے جب تک کہ وہ قطع رحم اور گناہ کے متعلق نہ ہوں۔ مگر اس صورت میں نہیں کہ وہ جلدی کرے۔ صحابہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ! جلدی سے کیا مراد ہے؟ آپؐ نے فرمایا وہ یہ کہنے لگتا ہے کہ مَیں نے بڑی دعا کی۔ مگر مَیں دیکھتا ہوں کہ میری دعا قبول نہیں ہوئی۔ پھر وہ دعا سے تھک جاتا ہے اور دعا چھوڑ بیٹھتا ہے۔ غرض دعا کی قبولیت کے لئے ضروری ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان اور یقین رکھے اور مایوسی اس کے قریب بھی نہ پھٹکے۔

پھر فرماتا ہے ﴿لَعَلَّھُمْ یَرْشُدُوْنَ﴾۔ اس کے نتیجہ میں یقیناً وہ کامیاب ہونگے۔ رُشد کے معنے ہوتے ہیں رستہ دکھائی دینا۔ پس ﴿لَعَلَّھُمْ یَرْشُدُوْنَ﴾ کے یہ معنے ہیں کہ انہیں یہ رستہ مل جائے گا جو انہیں کامیابی تک پہنچا دے گا۔ لَعَلَّ کے معنے عام طور پر شاید کے ہوتے ہیں لیکن اس جگہ اس کے معنے شاید کے نہیں۔ یہاں یہ لفظ کلام الملوک کے طور پر استعمال ہوا ہے۔ اور اس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ ہمارا شاید بھی یقینی ہوتا ہے۔ چنانچہ بالعموم حکام کہہ دیتے ہیں کہ اگر تم درخواست کرو تو حکومت غور کرے گی۔ لفظ شک کے ہوتے ہیں لیکن دراصل وعدہ ہوتا ہے کہ ہم ضرور ایسا کر دیں گے۔ لغت والے بھی لکھتے ہیں کہ جب لَعَلَّ کا لفظ خدا تعالیٰ کے لئے استعمال ہو تو اس وقت اس کے معنے یقین کے ہوتے ہیں (مفردات راغب)۔ پس ﴿لَعَلَّھُمْ یَرْشُدُوْنَ﴾ کے یہ معنے ہیں کہ ابھی تک تو مجھے ان تک آنا پڑتا ہے۔ مگر جب وہ یہ مقام حاصل کر لیں گے تو پھر ان کے اندر یہ طاقت پیدا ہو جائے گی کہ وہ خود مجھ تک آ سکیں گے۔ چنانچہ پہلے ﴿اِنِّیْ قَرِیْبٌ﴾ کہہ کر بتایا تھا کہ مَیں ان کے پاس آتا ہوں۔ مگر ﴿یَرْشُدُوْنَ﴾ کہہ کر بتایا کہ بندہ میں ترقی کرتے کرتے ایک قسم کی الوہیت کا رنگ پیدا ہو جاتا ہے۔ پہلے اس کی مثال ایسی ہوتی ہے جیسے نابینا آدمی کے پاس اس کا دوست بیٹھا رہے۔ مگر پھر یہ مقام حاصل ہو جاتا ہے جیسے بینا کے سامنے اس کا محبوب بیٹھا ہو۔ یہی وہ مقام ہے جس کے متعلق رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ عبادت کرتے وقت ہر انسان کو یہ محسوس کرنا چاہئے کہ وہ خدا تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے۔ اب خدا تعالیٰ کے دیکھنے کے یہی معنے ہیں کہ وہ اس کے قریب ہو جاتا ہے۔ ورنہ دیکھ تو وہ عرش سے بھی رہا ہے۔ درحقیقت اس میں یہی بتایا گیا ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے بندہ کے اس قدر قریب آ جاتا ہے کہ انسان یہ یقین کرنے لگ جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے۔ بلکہ اس سے ترقی کر کے وہ اس مقام کو بھی حاصل کر لیتا ہے جس میں وہ خود بھی خدا تعالیٰ کو دیکھنے لگ جاتا ہے اور اعلیٰ درجہ کے کمالاتِ روحانیہ تک پہنچ جاتا ہے۔

چونکہ اس آیت سے پہلے بھی اور اس کے بعد بھی روزوں کا ذکر ہے اس لئے اس آیت کے ذریعہ مومنوں کو اس طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ

fozman foods

BUYING GROUP FOR GROCERS & C.T.N. SHOPS

2 SANDY HILL ROAD, ILFORD, ESSEX

TEL: 020 - 8553 3611

یوں تو اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہی اپنے بندوں کی دعائیں سنتا اور ان کی حاجات کو پورا فرماتا ہے لیکن رمضان المبارک کے ایام قبولیت دعا کے لئے مخصوص ہیں۔ اس لئے تم ان دنوں سے فائدہ اٹھاؤ اور خدا تعالیٰ کے قریب ہونے کی کوشش کرو۔ ورنہ اگر رمضان کے مہینہ میں بھی تم خالی ہاتھ رہے تو تمہاری بد قسمتی میں کوئی شبہ نہیں ہوگا۔

دنیا میں ہر کام اپنے وقت کے ساتھ وابستہ ہوتا ہے۔ اگر اُس وقت وہ کام کیا جائے تو جیسے اعلیٰ درجہ کے نتائج اُس وقت مرتب ہوتے ہیں وہ دوسرے وقت میں نہیں ہوتے۔ تمام غلے اور ترکاریاں بونے کا ایک خاص وقت ہوتا ہے۔ اگر اُس وقت کو مد نظر نہ رکھا جائے تو کچھ بھی نہیں ہوتا۔ مگر وہ وقت جادو یا ٹونے کی طرح نہیں ہوتا کہ اس کے آنے سے کوئی خاص اثر پیدا ہو جاتا ہے اس لئے وہ کام ہو جاتا ہے۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ جس وقت کسی کامیابی کے سامان مہیا ہو جاتے ہیں تو وہی اس کے کرنے کا وقت ہوتا ہے۔ اگر گیہوں کا دانہ ایک خاص وقت میں بونے سے اُگتا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس وقت اُس میں کوئی خاص بات پیدا ہو جاتی ہے بلکہ اس کے اُگنے کے لئے جو سامان ضروری ہوتے ہیں وہ اس وقت مہیا ہو جاتے ہیں۔ اگر وہی سامان کسی دوسرے وقت مہیا ہو سکیں تو اس وقت بھی وہ ضرور اُگ آئے گا۔ تو تمام کاموں کے لئے ضروری سامان مہیا ہونے کا ایک وقت مقرر ہے۔ اسی طرح دعا کے لئے بھی وقت مقرر ہیں۔ ان وقتوں میں کی ہوئی دعا بھی بہت بڑے نتائج پیدا کرتی ہے۔ جیسے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ "اِتَّقُوا دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ"۔ مظلوم کی بددعا سے ڈرو کیونکہ جب وہ ہر طرف مصائب ہی مصائب دیکھتا اور خدا تعالیٰ کے سوا کوئی سہارا نہیں پاتا تو اس کی تمام تر توجہ خدا تعالیٰ کی طرف پھر جاتی ہے۔ اور وہ خدا تعالیٰ کے آگے گر پڑتا ہے اور اُس وقت وہ جو بھی دعا کرتا ہے قبول ہو جاتی ہے۔ کیونکہ دعا کے قبول ہونے کے سامانوں میں سے ایک اعلیٰ درجہ کا سامان یہ بھی ہے کہ انسان کی ساری توجہ ہر طرف سے ہٹ کر خدا تعالیٰ ہی کی طرف ہو جائے۔ چونکہ مظلوم کی یہی حالت ہوتی ہے اس لئے اس کے لئے بھی یہ ایک موقعہ پیدا ہو جاتا ہے۔

اسی طرح دعا کے قبول ہونے کے اوقات بھی ہیں لیکن وہ ظاہری سامانوں کی حد بندیوں کے نیچے نہیں ہوتے بلکہ وہ انسانی قلوب کی خاص حالتوں اور کیفیات سے تعلق رکھتے ہیں۔ جنہیں وہی انسان محسوس کر سکتا ہے جس پر وہ حالت وارد ہو۔ مگر دعا کی قبولیت کا ایک اور وقت بھی ہے جس کے معلوم کرنے کے لئے باریک قلبی کیفیات سے واقف ہونے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اور وہ وقت رمضان کا مہینہ ہے۔ یہ آیت خدا تعالیٰ نے روزوں کے ساتھ بیان کی ہے جس سے پتہ لگتا ہے کہ اس کا روزوں سے بہت گہرا تعلق ہے۔ اور اس کے روزوں کے ساتھ بیان کرنے کی وجہ یہی ہے کہ جس طرح مظلوم کی ساری توجہ محدود ہو کر ایک ہی طرف یعنی خدا تعالیٰ کی طرف لگ جاتی ہے اسی طرح ماہ رمضان میں مسلمانوں کی توجہ خدا تعالیٰ کی طرف ہو جاتی ہے۔ اور قاعدہ ہے کہ جب کوئی پھیلی ہوئی چیز محدود ہو جائے تو اس کا زور بہت بڑھ جاتا ہے جیسے دریا کا پاٹ جہاں تنگ ہوتا ہے وہاں پانی کا بڑا زور ہوتا ہے۔ اسی طرح رمضان کے مہینہ میں وہ اسباب پیدا ہو جاتے ہیں جو دعا کی قبولیت کا باعث بن جاتے ہیں۔ اس مہینہ میں مسلمانوں میں ایک بہت بڑی جماعت ایسی ہوتی ہے جو راتوں کو اٹھ اٹھ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتی ہے۔ پھر سحری کے لئے سب کو اٹھنا پڑتا ہے اور اس طرح ہر ایک کو کچھ نہ کچھ عبادت کا موقعہ مل جاتا ہے۔ اس وقت لاکھوں انسانوں کی دعائیں جب خدا تعالیٰ کے حضور پہنچتی ہیں تو خدا تعالیٰ ان کو ردّ نہیں کرتا بلکہ انہیں قبول فرماتا ہے۔ اُس وقت مومنوں کی جماعت ایک کرب کی حالت میں ہوتی ہے۔ پھر کس طرح ممکن ہے کہ ان کی دعا قبول نہ ہو۔ درد اور کرب کی حالت کی دعا ضرور سنی جاتی ہے۔ جیسے یونسؑ کی قوم کی حالت کو دیکھ کر خدا تعالیٰ نے ان کو بخش دیا اور ان سے عذاب ٹل گیا۔ اس کی وجہ یہی تھی کہ وہ سب اکٹھے ہو کر خدا تعالیٰ کے حضور جھک گئے تھے۔

پس رمضان کا مہینہ دعاؤں کی قبولیت کے ساتھ نہایت گہرا تعلق رکھتا ہے۔ یہی وہ مہینہ ہے جس میں دعا کرنے والوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ﴿قَرِيْبٌ﴾ کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ اگر وہ قریب ہونے پر بھی نہ مل سکے تو اور کب مل سکے گا۔ جب بندہ اسے مضبوطی کے ساتھ پکڑ لیتا ہے اور اپنے عمل سے ثابت کر دیتا ہے کہ اب وہ خدا تعالیٰ کا در چھوڑ کر اور کہیں نہیں جائے گا تو اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے دروازے اس پر کھل جاتے ہیں اور ﴿اِنِّیْ قَرِيْبٌ﴾ کی آواز خود اس کے کانوں میں آنے لگتی ہے جس کے معنے سوائے اِس کے اور کیا ہو سکتے ہیں کہ خدا تعالیٰ ہر وقت اُس کے ساتھ رہتا ہے۔ اور جب کوئی بندہ اس مقام تک پہنچ جائے تو اسے سمجھ لینا چاہئے کہ اُس نے خدا کو پالیا۔

(تفسیر کبیر از حضرت مصلح موعودؓ
تفسیر سورۃ البقرہ زیر آیت ۱۸۷)

رمضان المبارک کے لئے سپیشل

سیل سیل سیل

1 Kg سبزی	5.90 DM	TRS چاول 5 Kg	10.00 DM
پانی 6 St-1.5L Cristel	2.50 DM	پانی 6 St-1.5L Metzral	2.50 DM
کھجور	4.90 DM	چائے 125 Grm	1.90 DM
چائے 250 Grm	3.00 DM		

Bajwa Asian Markt

Odenweldstrasse 1 - 64521 Gross Gerau- Germany

Telefon: 06162 987480 Fax: 06152 987481

لو جاؤ......

(عطیہ عارف - لاہور)

آنگن خوشیوں سے بھرا پڑا ہے۔ مہمان رنگ برنگے اور شوخ لباسوں میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش میں ہیں۔ بچے آزادی سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ رنگ برنگ بجلی کے قمقموں سے سارا گھر روشنی کا مینار لگتا ہے۔ یہاں تک کہ درختوں پر بھی روشنیوں کا بسیرا ہے۔ اہل خانہ ہر مہمان کو خوش آمدید کہتے اور پھر عزت سے بٹھا کر دوسرے مہمان کے انتظار میں گیٹ پر آتے ہیں۔ والدین اپنے جگر گوشے کا فرض ادا کرنے پر خوش بھی ہیں اور افسردگی سے آنکھوں میں نمی بھی آجاتی ہے کہ پیار و محبت سے جس دل کے ٹکڑے کو پالا ہے اب اس کی جدائی کا وقت آ رہا ہے۔ اس جدائی کے لئے، اس فرض کی ادائیگی کے لئے والدین فکر مند بھی تھے اور ساری عمر کی بچت سے بچی کے لئے جہیز بھی بناتے رہے۔ پھر بچی کے نئے گھر، اس کے جیون ساتھی کی تلاش میں بھی سرگرداں رہے۔ شکر خداوندی کہ آج یہ سب مرحلے تو طے ہوئے۔ چندے آفتاب چندے ماہتاب دلہن کا روپ دیکھنے کے لئے پہلے سے روشنی اور کیمرہ سے لیس مووی کیمرہ والے راستے روشن کر رہے ہیں۔ دلہن کے ہر اٹھتے قدم سے لے کر اس کے سٹیج تک پہنچنے تک کیمرہ اور روشنی ساتھ ساتھ ہیں۔ سب مہمان اور رشتہ دار دلہن کی اس خوبصورت جھلک کو اس وقت دیکھ سکیں گے جب اس کیمرہ کی آنکھ بند ہو گی۔ یہ مرحلہ تو خیر سے طے ہوا اب یہ کیمرہ والے انہی روشن راستوں پر سے پیاری بچی کے جیون ساتھی کو لا رہے ہیں۔ ماشاءاللہ۔

خدا کرے یہ پیاری جوڑی محبت پیار سے جیون کا سفر خوشیوں سے شروع کرے اور محبتوں سے جھولیاں بھرتے زندگی گزاریں۔ دونوں خاندانوں کے رشتہ دار سٹیج پر بیٹھ کر اپنے اپنے تعلقات کیمرہ کی آنکھ میں محفوظ کرنا چاہتے ہیں لیکن یہاں گھر والے ایک بات بھول گئے کہ جن پردہ دار بیبیوں کو شادی پر بلایا گیا ان کے پردہ کا خیال رکھنا ہے۔ نہ صرف ان کے پردہ کا بلکہ اپنے گھر کی بچیوں کو بھی غیر محرم آنکھ سے خواہ وہ کیمرہ کے پیچھے ہی کیوں نہ ہو بچانا ہے۔

رخصتی کا وقت آیا، ایک بزرگ خاتون جلدی جلدی قرآن پاک خوبصورت جزدان میں سب سے اوپر کئے جلدی جلدی آگے بڑھیں۔ بھئی اس قرآن کے نیچے سے بچوں کو گزارو۔ اور مَیں سوچ میں پڑ گئی کہ اگر بچی نے قرآن کی تعلیم کو سمجھا نہیں، اس کو ترجمہ سے پڑھا ہی نہیں کہ خدا نے کن احکام سے روکا اور کن احکام پر عمل کرنے کا کہا ہے تو فائدہ؟

قرآن کریم تو روحانی کتاب ہے جو عمل کرنے کے لئے ہے نہ کہ رسمی طور پر اس کے سائے تلے سے گزار دیا جائے۔ خصوصاً جب اس کی سند بھی ہمیں احادیث سے نہیں ملتی۔ بچی کی عملی زندگی کا آغاز تو اب ہوگا۔ جب وہ والدین کے گھر سے حاصل کی ہوئی تربیت اور سکولز کالجز سے لی ہوئی تعلیم پر بھی عمل کرے گی۔ صبح کی ابتداء سورج نکلنے سے قبل اپنے پیدا کرنے والے کی عظیم ہستی کے سامنے سر جھکا کر کرے گی۔ ورنہ یہ سب کچھ جزدان میں ہی محفوظ رہے گا۔

اگر آج کی ماں بچوں کو باتیں سکھاتے وقت نہ قرآنی آیات یا دعائیں سکھاتی ہے، نہ اسے اپنے ساتھ جائے نماز پر کھڑا کر کے خدا کے آگے سر جھکانا سکھاتی ہے۔ نہ اسے ہوش سنبھالتے نماز کی پابندی کرنے پر سختی سے عمل کرواتی ہے، نہ قرآن مجید سکول جانے سے قبل ختم کروانے پر زور دیتی ہے، نہ اسے قرآن شروع کرانے کا شوق ہے، نہ اسے روزانہ تلاوت کی تعلیم دیتی ہے۔ تو یقیناً اس کی تربیت میں خلا رہ جاتا ہے۔ بے شک ماں بچوں کو بہترین دنیاوی تعلیم دے لیکن دین کی تعلیم بھی تو بے حد ضروری ہے۔

شادی کے موقع پر میرے ذہن میں ایک تصوراتی دلہن کا نقشہ ابھرتا ہے۔ ایسی خوبصورت دلہن ہو جو قرآنی تعلیم پر عمل کرتے ہوئے شرم وحیا کے ساتھ دینی ماحول میں اس دور کی تعلیم پردہ میں رہ کر حاصل کر رہی ہو۔ اسے اسی تعلیمی نظام کی تمام سیڑھیوں کو طے کرتے ہوئے خدا کی مدد سے اس کی فرمانبرداری کی توفیق بھی ملی ہو۔ دعائیں اور نمازیں اس کی زندگی کا احاطہ کئے ہوئے ہوں۔ نیکیاں اور اخلاق اس کا زیور ہوں۔ ہر قدم پر دعا کرتے ہوئے اس کے قدم اٹھتے ہوں۔ ہر لمحہ خوف خدا سے وہ نیک عمل کرنے پر قادر ہو۔ سادہ سی تقریب میں والدین دعاؤں کے سایہ میں اس نیک بخت کو نیک ساتھی کے ساتھ رخصت کریں۔ نیک تربیت کا آنچل لئے، اخلاق اور اچھی عادات کا سنگھار کئے، اپنے حسن و خوبصورتی کو پردہ میں چھپا کر رخصت ہو۔ والدین اپنا فرض ادا کر کے خدا کے حضور سر جھکا دیں کہ اس نے توفیق دی کہ خدا کے حکم پر عمل کر سکے۔ کاش ایسا ہی ہو۔

لو جاؤ تم کو سایۂ رحمت نصیب ہو
بڑھتی ہوئی خدا کی عنایت نصیب ہو
نکلیں تمہاری گود سے پل کر وہ حق پرست
ہاتھوں سے جن کے دین کو نصرت نصیب ہو
ایسی تمہارے گھر کے چراغوں کی ہو ضیاء
عالم کو جن سے نورِ ہدایت نصیب ہو

والدین رخصتی کے وقت تک یہی نصیحت کرتے رہیں کہ ہر صورت میں دین کو دنیا پر مقدم رکھنا ہے۔ خدمت گزاری اور اطاعت سے زندگی کو کامیاب بنانا ہے۔ یہی سب سے بڑا زیور ہے اور یہی سب سے بڑا جہیز۔

(بشکریہ: ماہنامہ مصباح ربوہ نومبر ۱۹۹۹ء)

قبول احمدیت کے
ایمان افروز واقعات

(عبدالسلام طاہر - پروفیسر جامعہ احمدیہ)

احمدیت کو قبول کرنے کے ہزاروں ایمان افروز واقعات ہیں جن میں سے چند قارئین کے ازدیاد ایمان کے لئے پیش کر رہا ہوں۔

(۱)

بعض دفعہ مخالفانہ تحریریں بھی کسی نیک فطرت رکھنے والے انسان کی ہدایت کا موجب بن جاتی ہیں۔ چنانچہ اس کی ایک مثال دیتا ہوں۔

مکرم چوہدری عبدالغنی صاحب مرحوم جو سالہاسال تک جماعت احمدیہ کویت کے امیر رہے ان سے ایک دفعہ خاکسار کی ملاقات ربوہ میں ہوئی۔ دوران گفتگو میں نے دریافت کیا کہ کیا آپ پیدائشی احمدی ہیں یا خود احمدیت قبول کی ہے۔ جواباً فرمانے لگے کہ پیدائشی احمدی نہیں ہوں بلکہ خود تحقیق کر کے احمدیت میں شمولیت اختیار کی ہے۔ ہوا یوں کہ کویت میں مجھے غلام احمد پرویز کی تفسیر ملی جس کا میں نے مطالعہ کیا۔ اس میں ایک پورا باب قادیانیت پر لکھا ہوا ہے۔ مجھے کچھ پتہ نہیں تھا کہ قادیانیت کیا ہے اور قادیانی کون ہوتے ہیں۔ پرویز صاحب نے اپنی اس کتاب میں قادیانیوں کا ایسا خوفناک اور بھیانک نقشہ کھینچا ہوا تھا کہ میں سر پکڑ کر بیٹھ گیا کہ اس قسم کے گھٹیا اور حقیر و ذلیل لوگ بھی دنیا میں پائے جاتے ہیں جو ایسے گمراہ کن خیالات و نظریات رکھتے ہیں؟ پھر معاً میرے اندر خیال اٹھا کہ یوں یکطرفہ مخالفانہ تحریرات سے مجھے کوئی فیصلہ نہیں کرنا چاہئے۔ مجھے خود مرزا صاحب کی کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہئے۔ کم از کم ایک کتاب ہی ان کی پڑھ لوں تو پھر صحیح اندازہ ہوگا کہ حقیقت کیا ہے۔ پرویز صاحب نے مرزا صاحب کی کتب کے حوالے دئے ہوئے تھے۔ میں نے وہ حصہ کتاب سے نکالا جو قادیانیوں کے بارے میں تھا کہ مرزا صاحب کی کوئی ایک کتاب منتخب کروں۔ میرے سامنے جس کتاب کا نام آیا وہ "کشتی نوح" تھا۔ چنانچہ میں نے پختہ ارادہ کر لیا کہ جب پاکستان جاؤں گا تو یہ کتاب حاصل کروں گا۔ بعدہٗ کراچی آیا مگر کسی لائبریری سے یہ کتاب نہ ملی۔ پھر کچھ ماہ بعد دوبارہ آیا تو کراچی کی بڑی بڑی لائبریریوں کو چھان مارا مگر یہ کتاب نہ ملی یہاں تک کہ ایک دن جماعت اسلامی کی لائبریری میں چلا گیا تو کشتیٔ نوح کا دریافت کرنے پر لائبریرین مجھ سے لڑ پڑا اور بڑے سخت لہجہ میں بلند آواز سے کہا کہ یہ کتاب آپ کو کہیں نہیں مل سکتی۔ جب باہر نکلنے لگا تو دروازے پر کھڑے ایک آدمی نے پوچھا کیا بات ہے؟ میں نے کہا کہ مرزا صاحب کی کتاب "کشتی نوح" کا پتہ کیا تھا جس پر یہ برہم ہو گئے۔ اس نے بتایا کہ ان سے نہیں ملے گی کوئی قادیانی ہی آپ کو دے سکتا ہے۔ وہ دیکھو فٹ پاتھ پر ایک قادیانی جا رہا ہے اس کو پکڑ لو وہ تم کو مہیا کر دے گا۔ چنانچہ میں تیز تیز چل کر اس قادیانی کو جا لیا اور اپنا مدعا بیان کیا۔ وہ مجھے احمدیہ ہال لے گیا اور کشتیٔ نوح لا کر دے دی۔ میں نے شکریہ ادا کیا اور کتاب سنبھال کر رکھ لی کہ کویت جا کر تسلی سے پڑھوں گا۔ چنانچہ کویت پہنچ کر میں نے فارغ وقت میں کشتی نوح کتاب نکالی اور پڑھنا شروع کیا۔ ابھی میں پڑھتے پڑھتے چوتھے صفحہ پر پہنچا تھا تو میں احمدی ہو چکا تھا۔ احمدیت کی صداقت میرے دل و دماغ میں روشن ہو چکی تھی پھر ساری کتاب پڑھی اور بیعت کرنے کا شرف حاصل کیا۔ اب میں 1/3 کا موصی ہوں۔ مجھے اپنے پچھلے چالیس سال کے ضائع ہونے پچھتاوا ہے۔ چاہتا ہوں کہ زیادہ سے زیادہ خدمت کروں تا احمدیت سے پہلے جو چالیس سال تھے ان کا مداوا ہو سکے۔

(۲)

خاکسار ۱۹۷۱ء تا ۱۹۷۴ء لاڑکانہ سندھ میں مربی سلسلہ متعین تھا۔ خدام واطفال ضلع لاڑکانہ کا دو روزہ سالانہ اجتماع احمدیوں کے گاؤں انور آباد میں منعقد ہوا۔ تمام جماعتوں سے خدام واطفال اور انصار بھی بڑے جوش و ولولہ کے ساتھ ٹریکٹر ٹرالیوں پر بیل گاڑیوں پر اور پیدل چل جلوسوں کی شکل میں نعرے لگاتے ہوئے اجتماع میں شرکت کے لئے انور آباد پہنچے۔ اس وقت محترم علی انور ابڑو مرحوم امیر ضلع تھے انہوں نے بہت تعاون کیا۔ اجتماع گاہ اور مہمانوں کے قیام و طعام کے جملہ اخراجات انہوں نے اپنی طرف سے ادا کئے۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ۔

گوٹھ جام خان چانڈیو سے خدام واطفال میں ایک نوعمر لڑکا ذوالفقار چانڈیو اجتماع میں شرکت کے لئے آیا۔ دوسرا دن تھا اور اختتامی تقریر ہو رہی تھی کہ دوران تقریر ہی چانڈیو کھڑا ہو گیا کہ میں نے احمدیوں کو حق پر اور سچا پایا ہے میری بیعت لی جائے۔ چنانچہ بعد اجلاس یہ لڑکا بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہو گیا۔ گھر پہنچے تو دوسری ماں سے بڑے بھائی نے ان کو بہت ڈرایا دھمکایا لیکن یہ ثابت قدم رہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب بھی وہ ایک مخلص اور پکے احمدی ہیں۔

(۳)

جیسا کہ میں نے ذکر کیا ہے کہ ذوالفقار علی چانڈیو کے بیعت کرنے پر ان کی دوسری ماں سے بڑے بھائی نے ان کی شدید مخالفت کی تو ان کی اپنی والدہ بڑے بھائی عبدالستار چانڈیو جو بڑے ذہین و فہیم تھے اور یہیں انہوں نے اپنے چھوٹے بھائی ذوالفقار کو تسلی دی کہ اگر تم نے احمدیت کو سچا سمجھ کر قبول کیا ہے تو پھر ڈٹے رہو میں تمہارا ساتھ دوں گا۔ مخالفت سے قطعاً نہیں گھبرانا۔ خاکسار جب دورہ پر گوٹھ جام خان چانڈیو جاتا تو عبدالستار چانڈیو سے بھی ضرور ملتا اور لمبا لمبا وقت باہر تبادلۂ خیال ہوتا رہتا یہاں تک کہ چانڈیو صاحب میرے بہت قریب ہوتے ہوتے ایک بے تکلف اور گہرے دوست بن گئے۔

۱۹۷۵ء میں خاکسار ٹرانسفر ہو کر کراچی چلا گیا تو حسن اتفاق ہے کہ دو تین سال بعد محترم چانڈیو صاحب بھی تعلیمی سلسلہ میں کراچی آ گئے۔ اس طرح میرے ساتھ ان کا رابطہ پھر بحال ہو گیا۔ وہ گاہے بگاہے احمدیہ ہال میں ملنے کے لئے آتے رہتے اور مطالعہ کے لئے کوئی نہ کوئی کتاب بھی مجھ سے لے جاتے۔ آخر کار وہ وقت آن پہنچا کہ محترم چانڈیو صاحب احمدیہ ہال آئے اور آتے ہی مجھ سے کہا کہ اب میں پورے طور پر مطمئن ہوں احمدیت کی سچائی روز روشن کی طرح مجھ پر عیاں ہو گئی ہے اس لئے میں آج احمدیت کو قبول کرنے اور احمدی ہونے آیا ہوں۔ جب بیعت کر چکے تو میں نے مبارکباد دی اور کہا کہ اب اپنی بیوی کو احمدی بنانے کی کوشش کریں۔ انہوں نے کہا ہاں میں کوشش کروں گا۔ آپ دعا کریں۔

(۴)

چند ماہ بعد عبدالستار خان چانڈیو صاحب اپنے گاؤں سے واپس آتے ہی میرے پاس احمدیہ ہال آئے اور کہنے لگے کہ مربی صاحب مبارک ہو میری بیوی نے بھی احمدیت قبول کر لی ہے۔ میں نے بھی ان کو مبارک باد دیتے ہوئے کہا کہ اتنی جلدی یہ کیسے ہو گیا۔ تب انہوں نے تفصیل بتائی کہ کراچی سے وہ گاؤں گئے اور رات کا کھانا کھانے کے بعد سونے کے لئے اپنی کمرے میں گئے تو میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ میں ایک خاص مقصد کے لئے آیا ہوں تمہیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میں احمدی ہو گیا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ بھی احمدی ہو جائیں۔ اگر ہو جائیں گی تو مجھے بے حد خوشی ہوگی اور اگر دل نہیں مانتا تو بے شک نہ ہوں کوئی جبر اور سختی نہیں۔ آپ کے حقوق ادا کرتا رہوں گا اس میں کوئی فرق نہیں آئے گا ہاں خوشی سے احمدی ہو جائیں تو میرے لئے بہت خوشی ہوگی۔ اس پر میری بیوی نے مجھے بتایا کہ وہ احمدی ہو چکی ہے۔ چانڈیو صاحب کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا وہ کس طرح؟ وہ کہنے لگیں کہ میں نے کچھ دن ہوئے خواب دیکھا تھا کہ آپ کراچی سے آئے ہیں تو بالکل یہی منظر ہے اور آپ نے مجھ سے اسی طرح کہا جس طرح آج کہہ رہے ہیں کہ آپ احمدی ہو گئے ہیں اور مجھے اسی انداز میں احمدی ہونے کو کہتے ہیں جو اس وقت آپ کا انداز ہے تو میں نے خواب میں ہی آپ سے کہا کہ میں بھی احمدی ہوتی ہوں۔ لہذا میں تو اس خواب کے ذریعہ پہلے ہی احمدی ہو چکی ہوں۔ اور عین خواب والا نظارہ آج ظاہراً دیکھ کر میرا ایمان اور بھی مضبوط اور پختہ ہو گیا ہے۔ ایں سعادت بزور بازو نیست۔ بعدہٗ ان کی والدہ محترمہ نے بھی بیعت کر لی اور سلسلہ احمدیہ میں شامل ہو گئیں۔ الحمد للہ علی ذلک۔

(۵)

ضلع لاڑکانہ کی جماعت انور آباد کے دورہ پر تھا۔ وہاں ایک غیر از جماعت بڑے معزز عالم اور زمیندار محترم نظام الدین الہارانی انور آباد مجھے ملنے کے لئے آئے۔ ان کا گاؤں انور آباد سے کوئی دو میل کے فاصلے پر تھا۔ مجھے کہنے لگے کہ میرا ایک سوال ہے جو آج تک کوئی عالم و مولوی مجھے اس کا تسلی بخش جواب نہیں دے سکا بلکہ ان کے جوابوں نے مجھے مزید الجھا دیا ہے اور پریشان کیا ہے۔ بیسیوں علماء و مولویوں سے پوچھ چکا ہوں سوال جوں کا توں ہے۔ اب میں آپ سے یہ سوال پوچھتا ہوں اس کا کوئی تسلی بخش اور معقول جواب دیں۔ میں نے کہا کہ آپ سوال کریں۔ سوال کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ سوال میرا اس قصے کے بارے میں ہے جو آدم، حوا، ملائکہ ابلیس و شیطان کے بارے میں بار بار قرآن میں آیا ہے۔ اس قصہ کی جو تفصیلات مولوی حضرات بتاتے ہیں ان سے تو یہ واقعہ بے حد لغو، فضول اور مضحکہ خیز دکھائی دیتا ہے۔ لیکن عجیب بات یہ ہے کہ ایسے لغو اور فضول قصہ کو اللہ تعالیٰ قرآن میں بار بار بیان کرتا ہے حالانکہ ایسی لغویات سے کلام اللہ کو پاک ہونا چاہئے۔ آخر اس میں کونسی اہم بات اور حکمت ہے کہ اس قصہ کو تکرار سے قرآن میں نازل کیا گیا ہے؟ میں نے اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی توفیق سے کوئی ڈیڑھ گھنٹہ میں آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ کی روشنی میں اس واقعہ اور قصہ کی اہمیت اور افادیت اور ضرورت اور اس کی حکمتوں کو جو قیامت تک محیط ہیں ان کی نشاندہی کی۔ سب کچھ توجہ سنتے رہے اور جب میں نے اپنا بیان ختم کیا تو خوشی سے اچھل پڑے اور کہنے لگے کہ خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرے اس سوال کا جواب صحیح اور تسلی بخش مل گیا ہے اور صرف اور صرف آپ نے میرے سوال کو حل کیا ہے۔ الحمدلله على ذالك.

اس کے بعد انہوں نے میرے پیچھے نمازیں پڑھیں اور جب بھی انور آباد دورے پر آتا ان کو بلا لیتا۔ میرے پیچھے نمازیں پڑھتے، جمعہ و عیدین بھی ہمارے ساتھ پڑھنے لگے اور میرے گہرے دوست بن گئے اور جماعت کے بارہ میں تبادلہ خیال چلتا رہتا یہاں تک کہ باتوں باتوں میں انہوں نے کہنا شروع کر دیا کہ مجھے احمدیت کے بارہ میں کوئی شک و شبہ نہیں رہا۔ حضرت مرزا صاحب اپنے دعویٰ میں صادق اور سچے ہیں۔ ایک روز میں نے کہا کہ اب تو آپ کو بیعت کر لینی چاہئے۔ کہنے لگے کہ احمدیت تو

THOMPSON & CO SOLICITORS

Consult us for your legal requirements such as Immigration & Nationality, Conveyancing & Employment, Welfare Benefits, Personal Injury, Family & Ancillary Proceedings,, Wills & Probate, Criminal Litigation .

Contact:

Anas A.Khan, John Thompson

Solicitors

1st floor 48 Tooting High Street

London SW17 0RG

Tel: 020 8333 0921+020 8767 5005

Fax: 020 8871 9398

Mobile: 0780-3298065

اس وقت یہ میرے دل میں داخل ہو گئی تھی جس دن آپ نے میرے سوال کا جواب دیا تھا لیکن کچھ خاندانی اور برادری کے ایسے معاملات ہیں کہ میں ابھی بیعت کرنا نہیں چاہتا۔ ویسے دل سے مَیں احمدی ہوں۔ بالآخر ایک دن وارہ ضلع لاڑکانہ میں جماعت کی ضلعی میٹنگ تھی، محترم علی انور ابڑو صاحب امیر ضلع صدارت کر رہے تھے۔ میٹنگ میں اختتامی دعا ہوئی ہی تھی کہ نظام الدین الہارانی اِدھر آ نکلے۔ میں نے کہا نظام الدین صاحب بہت اچھے موقع پر آئے ہیں۔ ضلع کے تمام عہدیدار موجود ہیں کیا ہی اچھا ہو کہ اس موقعہ پر آپ بیعت کرلیں۔ تا سب آپ کی بیعت کی دعا میں شریک ہو جائیں۔ بفضل خدا میری اس تحریک و ترغیب کا ایسا اثر ہوا کہ فرمانے لگے لاؤ بیعت فارم اور میری بیعت لے لو۔ بیعت ہوئی سب نے مبارک باد دی۔ گلے لگا کر سب نے محبت و اخوت کا اظہار کیا اور محترم انور ابڑو صاحب امیر ضلع نے فوراً مٹھائی منگوائی اور سب حاضرین میں تقسیم کی۔ بیعت کے بعد محترم نظام الدین صاحب شیر کی طرح میدان میں اترے اور تبلیغ میں سرگرم ہو گئے۔ پہلے اپنے اہل و عیال کو احمدی کیا۔ پھر اپنے بڑے بھائی اور ان کے اہل و عیال کو احمدی کیا اور آج ان کے بڑے بھائی کے بیٹے منظور احمد صاحب خدام الاحمدیہ کے قائد ضلع لاڑکانہ ہیں۔ اللّٰھم زد فزد۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے نظام الدین صاحب اب بھی احمدیت کے نڈر، سرگرم اور پھلدار داعی الی اللہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی زندگی میں برکت ڈالے اور زیادہ سے زیادہ روحانی اولاد نصیب فرمائے۔ آمین۔

(٦)

ضلع لاڑکانہ میں انور آباد سے قریب ایک گاؤں بھوڑ نامی ہے جہاں ہماری چھوٹی سی جماعت ہے۔ اس جماعت کے دورہ پر گیا تو احباب جماعت نے بتایا کہ کوئی دو میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں ہے جہاں ایک بزرگ عالم دین رہائش پذیر ہیں۔ اگر آپ پسند کریں تو ان سے آپ کو ملائیں۔ میں نے کہا ایسے بزرگ عالم سے تو ضرور ملنا چاہئے۔ چنانچہ خاکسار چند احباب جماعت کے ہمراہ اس گاؤں گیا۔ اس بزرگ کے گھر گئے۔ وہ ایک چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ ہم نے سلام کیا وہ وعلیکم السلام کہتے ہوئے اٹھ کر بیٹھ گئے۔ ان کی عمر اس وقت ۹۰ سال تھی۔ نظر بھی ٹھیک اور پورے ہوش و حواس میں تھے۔ تعارف ہوا جب ان کو پتہ چلا کہ خاکسار جماعت احمدیہ کا مبلغ ہے تو بے حد خوش ہوئے اور فرمانے لگے کہ یہ تو میری بہت دیرینہ خواہش پوری ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو میرے ہاں لے کر آیا ہے۔ میں خود تو اب کہیں جا نہیں سکتا۔ میری خوش قسمتی ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو یہاں میرے پاس لے آیا ہے۔ تب میں نے دریافت کیا کہ آپ کو یہ خواہش کیوں تھی؟ فرمانے لگے میں نے قرآن کریم کی بہت ساری تفسیریں پڑھیں اور احادیث کی جو بھی کتب پڑھی ہوئی ہیں میں دیکھتا ہوں کہ امام مہدی کے ظہور کی جتنی بھی علامات اور نشانیاں بیان کی گئی ہیں وہ سب کی سب پوری ہو چکی ہیں۔ امام مہدی کے ظہور کا وقت یہی ہے لیکن امام مہدی کہاں ہیں۔ یہ ہو نہیں سکتا کہ علامات ظاہر ہو جائیں اور امام مہدی ظاہر نہ ہو۔ ضرور کہیں نہ کہیں امام مہدی آ چکا ہوگا، میرے علم میں نہیں ہے۔ اس دوران جماعت احمدیہ کی ایک کتاب موعود اقوام عالم مجھے کہیں سے میسر آ گئی تو اس کے مطالعہ سے مجھے پتہ چلا کہ امام مہدی آ چکا ہے اور اس کا نام مرزا غلام احمد صاحب ہے۔ تب سے میری خواہش تھی کہ اس جماعت کا کوئی عالم مجھے مل جائے تو میں صورتحال معلوم کروں۔ بس اللہ نے میری خواہش پوری کر دی ہے۔ جو آپ کو لے آیا ہے۔ پھر فرمانے لگے کہ مجھے مرزا صاحب کے بارہ میں کچھ بتائیں ان کی تعلیم اور اصول پر روشنی ڈالیں۔ میرے پاس بیعت فارم تھا میں نے کہا کہ یہ بیعت فارم ہے اس کی پشت پر دس شرائط بیعت ہیں جو حضرت مرزا صاحب نے خود تحریر فرمائی ہیں، یہی آپ کو سنا دیتا ہوں۔ فرمانے لگے یہ تو اور بھی بہتر ہوا۔ ان کی اپنی تحریر تو زیادہ ضروری ہے آپ یہ شرائط مجھے سنائیں۔ چنانچہ میں نے دس شرائط بیعت انہیں پڑھ کر سنائیں۔ بڑی توجہ سے سنتے رہے۔ جب میں سنا چکا تو فرمانے لگے یہ تو عین اسلام ہے۔ اسلام اور قرآن کی تعلیم کا بہترین خلاصہ ان شرائط میں آ گیا ہے۔ مجھے یقین ہو گیا ہے کہ حضرت مرزا صاحب ہی امام مہدی ہیں۔ میری بیعت لے لیں۔ میں نے کہا کہ یہی بیعت فارم پُر کر کے آپ نے اس پر دستخط کرنے ہیں۔ فرمایا فارم پُر کریں جب دستخط کرنے لگے اور ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اس وقت رقت آمیز کیفیت میں انہوں نے دستخط کئے اور پھر فرمانے لگے کہ میری یہ کیفیت اپنی سعادت مندی کو دیکھتے ہوئے پیدا ہوئی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ کو نہ لاتا تو شاید میں امام وقت کو قبول کرنے سے محروم ہی مر جاتا۔ اب اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ مرنے سے پہلے مجھے امام مہدی کی بیعت کرنے کی سعادت حاصل ہو گئی۔

بیعت کے ایک ماہ بعد نیک سیرت اور پاک فطرت بزرگ مہدی زماں کی بیعت کی سعادت پا کر اپنے مولائے حقیقی کے پاس حاضر ہو گئے۔ یقیناً آپ "جس کی فطرت نیک ہے آئے گا وہ انجام کار" کے مصداق تھے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ

(بشکریہ: سووینئر ۲۰۰۰ء انصار اللہ جرمنی)

قطعی طور پر نا قابل معافی

ادارتی نوٹ روزنامہ "ڈان" پاکستان۔ ترجمہ: مبشر احمد محمود

سیالکوٹ کے ایک گاؤں میں سوموار کی صبح جب احمدی عبادت کے لئے ایک ایسی جگہ پر جمع ہوئے جسے اب وہ مسجد بھی نہیں کہہ سکتے تو دو جنونی "مسلمانوں" نے ان پر فائرنگ کر کے پانچ افراد کو ہلاک اور دس کو شدید زخمی کر دیا۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ سیالکوٹ کے پریس نوٹ کے مطابق جاں بحق ہونے والے تمام افراد "قادیانی" ہیں اور زخمیوں کی حالت تشویشناک ہے جنہیں ضلعی انتظامیہ نے ایک "محفوظ مقام" پر منتقل کر دیا ہے۔

احمدیوں کو اپنے خیال کے مطابق اسلام سے خارج اور واجب القتل سمجھنے والی اکثریت کے ہاتھوں احمدیوں کے ساتھ روا رکھے جانے والے غیر انسانی سلوک کا یہ پہلا واقعہ نہیں ہے۔ ستر کی دہائی میں ایک آئینی ترمیم کے ذریعہ ذوالفقار علی بھٹو نے احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا تھا۔ اپنی نجی زندگی میں بھٹو یہ دعویٰ کیا کرتا تھا کہ اس نے احمدیوں کو عوام کے ہاتھوں قتل عام سے بچانے کے لئے یہ قدم اٹھایا تھا۔ مگر اس کا فائدہ کیا ہوا؟ تقریباً ۲۵ سال گزر چکے ہیں اور اقلیتوں کے خلاف عدم رواداری اور بغض کا رویہ اپنی انتہاء کو پہنچ گیا ہے۔

صرف احمدی ہی اکثریت کی "عنایات" کا شکار نہیں ہو رہے بلکہ عیسائی بھی اس "رواداری" کے تلخ تجربات حاصل کر چکے ہیں جس پر عمل کرنا اکثریت کے اپنے عقیدہ کی رو سے بھی اس کے فرائض میں شامل ہے۔ ہمارے پاس وہ الفاظ نہیں ہیں جن کے ذریعہ ہم سیالکوٹ کے اس دور افتادہ گاؤں کے بے بس احمدیوں کے ساتھ روا رکھے جانے والے نا قابل معافی جرم کی مذمت کر سکیں۔ اب وقت آ گیا ہے کہ حکومت بیدار ہو اور اقلیتوں کے اپنے عقائد کے آزادانہ اظہار کے آئینی حقوق کی حفاظت کرے۔ کسی بھی مہذب معاشرہ میں مذہبی آزادی کے حق کو کسی بھی طرح بحث و تاویل کا موضوع بنا کر محدود نہیں کیا جا سکتا۔ حکومت کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ حرکت میں آئے اور اپنا شمار ان بنیادی حقوق کے محافظوں میں کروائے جن کی ضمانت اسلام اور اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آئین دیتا ہے۔ (روزنامہ "ڈان" پاکستان یکم نومبر ۲۰۰۰ء)

بقیہ: روح حسین کی پکار از صفحہ ۱۶

آج پوری دنیا میں مسلم قوم جس ذلت اور پستی کا شکار ہے۔ اس کا بڑا سبب بے دینی کے سوا کچھ نہیں۔ اس کو مد نظر رکھتے ہوئے پاکستانی قوم کو چاہئے کہ اپنے طرز زندگی پر نظر ثانی کرے، اپنی غیرت و حمیت کو بیدار کرے، بے حیائی کے اس عفریت سے معاشرے کو پاک کرے۔ ہمیں چاہئے کہ ہم اپنی اور آنے والی نسلوں کی زندگیوں کو اسلام کے سنہری اصولوں کے مطابق ڈھالیں۔ **بصورت دیگر قہر خداوندی ہمارا مقدر ہوگا۔** ترکی میں آنے والا زلزلہ اور اس کے نتیجہ میں جو زبردست تباہی ہوئی ہے وہ اس بات کی علامت ہے کہ خداوند کریم اسلامی تعلیمات سے انحراف پر مسلم امہ سے ناراض ہے۔ پاکستان کی ڈگمگاتی ہوئی اقتصادی اور معاشرتی صورت حال بھی اس چیز کی بخوبی عکاسی کر رہی ہے۔ اس سے پہلے کہ قہر خداوندی ہم پر نازل ہو، ہمیں اپنی اصلاح کر لینی چاہئے اور اپنی زندگیوں کو اسلامی ضابطۂ حیات کے مطابق بسر کرنا چاہئے۔ **بصورت دیگر مسلمان صفحۂ ہستی سے معدوم ہو جائیں گے"۔**

آہ! خدا کے مقدس مسیح نے تو ۹۵ سال قبل انتباہ فرما دیا تھا مگر یہ دردمندانہ آواز سنی ان سنی کر دی گئی۔

ایک طوفاں ہے خدا کے قہر کا اب جوش پر
نوح کی کشتی میں جو بیٹھے وہی ہو رستگار
صدق سے میری طرف آؤ اسی میں خیر ہے
ہیں درندے ہر طرف مَیں عافیت کا ہوں حصار

(اپریل ۱۹۰۵ء)

چوہدری ایشین سٹور۔ گروس گیراؤ۔ بٹل بورن

اب نئی جگہ اور نئی شان کے ساتھ رمضان شریف کی خوشی میں

سیل سیل سیل

۱۔ تازہ حلال گوشت 1/2 بکرا 8-00 DM فی کلو — ۲۔ گائے کے پائے 3-50 DM فی پایہ
۳۔ ہر قسم کی سبزی 6-00 DM فی کلو — ۴۔ تازہ لہسن اور ادرک 5-00 DM فی کلو
۵۔ تازہ کھجوریں 5-00 DM فی کلو — ۶۔ Cristaline پانی نمبر ا 2-50 DM ۶ بوتل
۷۔ تازہ مرغی کے لیگ پیس 22-00 DM دس کلو

نیز اس کے علاوہ ہر ایک سوڈچ مارک کی خریداری پر تین پیکٹ سویاں مفت

ہمارا نیا پتہ: Chaudry Asian Store
Darmstadter Str-68 64572 Buttle Born / Germany
Tel: 06152 - 58603

ہر قسم اور ہر موقع کے لئے نت نئے فیشن کے زنانہ ملبوسات سے آراستہ

بیلہ بوتیک

عید کے موقع پر ہر عمر اور سائز کے سوٹ، پاجامہ سوٹ، گرم سوٹ، لہنگے، ساڑھی سوٹ آپ کے منتظر

Frankfurt Bahnhof سے صرف تین منٹ کے فاصلہ پر

Tel: 069- 24279400 & 0171- 212 8820
E-mail: belaboutique@aol.com

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم ودلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیر انتظام شائع کئے جاتے ہیں۔ خط و کتابت کیلئے ہمارا پتہ حسب ذیل ہے۔ براہ کرم خطوط میں اپنے مکمل پتہ کے علاوہ فون نمبر بھی ضرور تحریر فرمائیں:

AL-FAZL DIGEST,6 HARDWICKS WAY,
LONDON SW18 4AJ U.K.

حضرت عبداللہ بن عمروؓ

روزنامہ "الفضل" ربوہ ۶؍دسمبر ۹۹ء میں حضرت عبداللہؓ بن عمرو بن حرام کے بارہ میں مکرم غلام مصباح بلوچ صاحب کا ایک مضمون شامل اشاعت ہے۔ آپؓ کی کنیت ابو جابر تھی جو آپؓ کے بیٹے اور مشہور صحابی حضرت جابر بن عبداللہؓ کے نام پر تھی۔ آپ انصار میں سے تھے اور قبیلہ خزرج کی شاخ بنو سلمہ کی ممتاز شخصیت تھے۔

سن ۱۳ نبوی میں جب یثرب سے ایک قافلہ حج کے لئے مکہ آرہا تھا تو اُس میں حضرت عبداللہ بھی شامل تھے جو ابھی اسلام نہیں لائے تھے۔ قافلہ میں موجود بعض مسلمانوں نے جو گزشتہ سال بیعت کرچکے تھے آپ سے کہا کہ آپ ہمارے سردار اور معزز افراد میں سے ہیں۔ ہم گزشتہ سال اسلام قبول کرچکے ہیں اور اِس سال دوبارہ بیعت کریں گے۔ ہم نہیں چاہتے کہ آپ جیسا ذی مرتبت جہنم کا ایندھن بنے۔ ان باتوں کا آپؓ پر ایسا اثر ہوا کہ بیعت عقبہ ثانیہ کے موقعہ پر صدق دل سے اسلام قبول کرنے کی توفیق پائی۔ آنحضورؐ نے آپؓ کو بنوسلمہ کا نقیب مقرر فرمایا۔ حضرت براء بن معرورؓ بھی اسی قبیلہ کے نقیب بنائے گئے تھے۔

حضرت عبداللہؓ کو غزوہ بدر اور اُحد میں شمولیت کی سعادت حاصل ہے۔ جنگ اُحد سے ایک رات پہلے آپؓ نے اپنے بیٹے جابرؓ کو بلا کر فرمایا کہ "میرا دل کہہ رہا ہے کہ اس غزوہ میں سب سے پہلے مَیں شہید ہوں گا، مجھے رسول اللہ کے بعد سب سے زیادہ تم عزیز ہو...... میرے بعد اپنی بہنوں سے اچھا برتاؤ کرنا اور میرے اوپر جو قرض ہے اس کو ادا کردینا"۔ جب لڑائی شروع ہوئی تو آپؓ ہی پہلے شہید تھے۔ آپؓ کو اسامہ بن اعور بن عبید نے قتل کیا اور وحشیانہ طور پر آپکی نعش کا مثلہ بھی کیا۔ اسی حالت میں نعش کپڑے میں لپیٹ کر آنحضورﷺ کے سامنے لائی گئی۔ حضرت جابرؓ جب اپنے والد کا چہرہ دیکھنا چاہتے تو اُن کی قوم منع کردیتی۔ اس پر آنحضورﷺ نے نعش سے کپڑا ہٹانے کا حکم دیا۔ جب نعش کو تدفین کے لئے لے جایا جانے لگا تو آپؓ کی بہن نے رونا شروع کردیا۔ تب آنحضرتﷺ نے فرمایا کہ تم روؤ یا نہ روؤ، جب تک جنازہ رکھا رہا، فرشتے اس پر پروں سے سایہ کئے ہوئے تھے۔

شہداء اُحد کو دو دو آدمی ساتھ کرکے دفن کیا گیا تھا۔ حضرت عبداللہؓ کے ساتھ آپؓ کے بہنوئی حضرت عمرو بن جموحؓ کو اکٹھا دفن کرنے کا حکم دیتے ہوئے آنحضورﷺ نے فرمایا کہ یہ دنیا میں بھی اچھے دوست تھے۔

تدفین کے چھیالیس برس بعد سیلاب کی وجہ سے ان کی قبر اکھڑ گئی تو نعشیں وہاں سے دوسری جگہ منتقل کی گئیں۔ لاشیں اُسی حالت میں تھیں جیسی شہادت والے دن تھیں۔

حضرت عبداللہؓ پر قرض بہت زیادہ تھا۔ جب آپؓ کے باغ میں کھجور کا پھل آیا تو حضرت جابرؓ نے آنحضورﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ حضورؐ بھی باغ میں تشریف لے چلیں جہاں قرض خواہ بھی جمع ہیں۔ آپؐ نے فرمایا اچھا! تم باغ میں جاکر ہر ایک قسم کی کھجور کا الگ الگ ڈھیر لگادو۔ حضرت جابرؓ نے ایسا کرنے کے بعد آپؐ کو بلوا بھیجا۔ آنحضورﷺ تشریف لائے اور قرض خواہوں کو ماپ ماپ کر دیتے رہے یہاں تک کہ تمام قرضہ ادا ہوگیا اور ڈھیر جوں کے توں نظر آتے رہے۔

حضرت عبداللہؓ کے ساتھ مل کر آپؓ کی برادری نے اشاعت اسلام میں بھرپور حصہ لیا۔ ایک موقعہ پر آنحضورﷺ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ تمام انصار کو ہماری طرف سے جزائے خیر دے خصوصاً آل عمرو بن حرام اور سعد بن عبادہؓ کو۔

حضرت عبداللہؓ کی شہادت کے بعد ایک بار آنحضورﷺ نے حضرت جابرؓ کو اداس اور پریشان دیکھ کر فرمایا کہ کیا مَیں تمہیں یہ خوشخبری نہ سناؤں کہ کس طرح تمہارے والد کی اللہ تعالیٰ کے حضور پذیرائی ہوئی۔ حضرت جابرؓ نے عرض کیا: جی حضورؐ! ضرور سنائیں۔ فرمایا اللہ تعالیٰ کسی سے گفتگو کرتا ہے تو ہمیشہ پس پردہ گفتگو کرتا ہے لیکن تمہارے والد کو اللہ نے زندہ کیا اور اس سے آمنے سامنے گفتگو کی اور فرمایا: اے میرے بندے! مجھ سے جو مانگنا ہے مانگ، مَیں تجھے دوں گا۔ تو تمہارے والد نے جواباً عرض کیا کہ اے میرے ربّ! مَیں چاہتا ہوں کہ تُو مجھے زندہ کرکے دوبارہ دنیا میں بھیج دے تاکہ تیری راہ میں دوبارہ قتل کیا جاؤں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ نہیں ہوسکتا کیونکہ مَیں یہ قانون نافذ کرچکا ہوں کہ کسی کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرکے دنیا میں نہیں لوٹاؤں گا۔ تب تمہارے والد نے عرض کی کہ پھر میری نسبت کچھ ذکر دنیا میں بھیج دیجئے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی کہ جو لوگ خدا کی راہ میں قتل ہوئے، اُن کو مردہ مت سمجھو کیونکہ درحقیقت وہ زندہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حضور رزق دیئے جاتے ہیں۔

حضرت قاضی عبدالرحیم صاحبؓ

روزنامہ "الفضل" ربوہ ۷؍دسمبر ۹۹ء میں مکرم احسان اللہ دانش صاحب اپنے مضمون میں لکھتے ہیں کہ حضرت قاضی عبدالرحیم صاحبؓ ۲۳؍جون ۱۸۸۱ء کو قاضی کوٹ ضلع گوجرانوالہ میں حضرت قاضی ضیاء الدین صاحبؓ کے ہاں پیدا ہوئے۔ آٹھ سال کی عمر میں اپنے والد کے ساتھ سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے اپنی کتاب "انجام آتھم" میں آپؓ کو اپنے ۳۱۳ صحابہ میں شمار کیا ہے۔ ستمبر ۱۹۰۱ء میں آپؓ ہجرت کرکے قادیان آبسے۔ آپؓ کے والد محترم کچھ ہی عرصہ پہلے یعنی جون ۱۹۰۱ء میں یہاں آچکے تھے۔

قادیان میں حضرت قاضی ضیاء الدین صاحبؓ کی جلد سازی کی معمولی سی دوکان تھی۔ حضرت قاضی عبدالرحیم صاحبؓ محرر مقرر ہوئے اور آپؓ کی تنخواہ سات روپے تھی۔ آپؓ اسی نوکری پر قانع رہے اور کہیں اور جانے سے انکار کردیا۔ پھر عملہ میں تخفیف ہوئی تو یہ ملازمت بھی جاتی رہی لیکن آپؓ مالی تنگی کے باوجود قادیان سے باہر نہیں گئے۔ پھر بادل ناخواستہ حضرت مسیح موعودؑ کے مشورہ سے جموں گئے لیکن واپس قادیان جانے کی خواہش ایسی شدید تھی کہ آخر یہ درخواست دی کہ محکمہ تعمیرات میں خواہ چپڑاسی کی جگہ ہو تو آپکو دیدی جائے۔ کتابت بھی سیکھی کہ شائد اسی بہانے قادیان میں سکونت کا موقع مل جائے۔ اللہ تعالیٰ نے آپؓ کی دعائیں قبول کیں اور محکمہ تعمیرات کے آغاز پر آپؓ کو آٹھ سال تک مہتمم تعمیرات کے طور پر کام کرنے کا موقع ملا۔ چنانچہ تعلیم الاسلام ہائی سکول، بورڈنگ ہاؤس، کوارٹرز، مسجد نور، منارۃ المسیح اور مسجد اقصیٰ کا کچھ حصہ آپ کی نگرانی میں تعمیر ہوا۔ نیز بہشتی مقبرہ کے راستہ کا پُل اور کنواں اور حضرت اقدسؑ کے مزار مبارک کی تعمیر کا بھی موقع ملا۔

۴۷ء کے فسادات کے دوران حضرت قاضی عبدالرحیم صاحبؓ کے سپرد حضرت مسیح موعودؑ کی قبر کی حفاظت تھی۔ آپؓ نے قبر کے گرد چاردیواری بنواکر چھت ڈال دی۔ اُس خونیں دَور میں آپؓ کو قایان سے باہر کئی ملازمتوں کی پیشکش ہوئی اور مولوی محمد علی صاحب کی طرف سے بھی پیغام ملے لیکن آپ نے بے غرضی سے ٹھکرادیئے۔

ربوہ میں پانی آپؓ کی نگرانی میں نکلا۔ آپؓ کو مسجد مبارک ربوہ کی تعمیر کی توفیق ملی اور صدر انجمن کے دفاتر کی بنیادوں کے کام میں بھی آپ نے مشورے دیئے۔ آپؓ کے متعلق حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا: "جو کام قاضی صاحب نے کرایا ہے وہ نہایت پائیدار اور روپوں کا کام آنوں میں کرایا ہے اور جب مَیں کوٹھی دارالحمد کے اندر قدم رکھتا ہوں تو قاضی صاحب کیلئے دل سے دعا نکلتی ہے۔"

آخری عمر میں حضرت قاضی صاحبؓ کو دمہ کی تکلیف ہوگئی تھی اور اسی عارضہ میں آپؓ کی وفات ۲۹؍اکتوبر ۱۹۵۳ء کو بعمر ۷۲ سال ربوہ میں ہوئی۔ آپؓ کی وفات پر حضرت قاضی ظہورالدین اکمل صاحب نے چند اشعار لکھے

پارسا نیک بخت خوش اخلاق
جن کا اخلاص شہرۂ آفاق
قادیان کی عمارتیں یکسر
اُن کی نگرانی میں بنیں اکثر
یعنی وسّع مکان کا الہام
آپ کے ہاتھوں پا گیا ابرام

قائداعظم محمد علی جناح

روزنامہ "الفضل" ربوہ ۲۴؍دسمبر ۹۹ء میں انسائیکلوپیڈیا قائداعظم (شائع کردہ مقبول اکیڈمی) سے منتخب اقتباسات پیش کئے گئے ہیں۔ یہ مضمون مکرم محمد سعید احمد صاحب نے مرتب کیا ہے۔

قائداعظم نے جس آخری سرکاری دستاویز پر دستخط ثبت کئے اُس میں اقوام متحدہ میں پاکستان کی نمائندگی کرنے کے لئے سر محمد ظفراللہ خان کو مکمل اختیارات دیئے گئے تھے۔

قائداعظم کا یوم پیدائش ۲۵؍دسمبر، یوم وفات ۱۱؍ستمبر اور پاکستان کا یوم آزادی ۱۴؍اگست ہے۔ ہر سال ان تاریخوں پر ایک ہی دن ہوتا ہے۔

عبدالرحیم درد امام احمدیہ مسجد لندن نے ۱۹۳۳ء میں قائداعظم کے قیام لندن کے دوران ملاقات کی اور اُن کے دفتر میں تین گھنٹے تک بحث کی۔ عبدالرحیم درد کی درخواست پر قائداعظم نے ایک چھوٹی سی مسجد کی گراؤنڈ میں تقریر کا انتظام کیا۔

ظفراللہ خان چودھری کو قیام پاکستان کے موقع پر حضرت قائداعظم نے مسئلہ فلسطین پر پاکستان کی نمائندگی کے لئے قائد وفد نامزد کرکے اقوام متحدہ بھیجا جہاں مسئلہ فلسطین پر انہوں نے مدلل تقاریر کرکے عرب ممالک کے عوام کے دلوں میں پاکستان کے لئے ایک مقام پیدا کرلیا......

وہ ۱۹۳۰ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کے صدر بھی رہے۔ انہوں نے دونوں گول میز کانفرنسوں میں مسلمانان ہند کی نمائندگی کی۔

آل انڈیا مسلم لیگ کا بائیسواں سالانہ اجلاس ۲۶ و ۲۷؍دسمبر ۱۹۳۱ء کو سر ظفراللہ خان کی صدارت میں دہلی میں منعقد ہوا۔

قائداعظم نے اپریل ۱۹۳۳ء میں عیدالاضحیٰ کے موقع پر مسجد احمدیہ لندن میں ایک تقریب میں شرکت کی اور تقریب سے اپنے خطاب کا آغاز یوں کیا: "امام صاحب (یعنی محترم مولانا درد صاحب۔ ناقل) کی فصیح و بلیغ ترغیب نے میرے لئے کوئی راہ بچنے کی نہیں چھوڑی۔

ہومیوپیتھی کے بارہ میں قائداعظم نے فرمایا: "یہ ضروری ہے کہ جو لوگ کفایت بخش اور مؤثر طریق علاج سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں وہ اس میں زیادہ سے زیادہ دلچسپی لیں"۔

میرٹھ کے ایک جلسہ میں مسلم لیگ کے کارکنوں نے قائداعظم سے پوچھا کہ وہ سنی ہیں یا شیعہ؟۔ آپ نے پوچھنے والوں سے سوال کیا کہ حضرت محمد مصطفیٰﷺ کیا تھے؟۔ جواب ملا وہ سنی یا شیعہ نہیں تھے۔ آپؒ نے کہا کہ مَیں بھی محض مسلمان ہوں۔

Muslim TV Ahmadiyya

Programme Schedule for Transmission

18/12/2000 – 24/12/2000

Please Note that programme and timings may Change without prior notice. Details of Programmes are Announced Every Six Hours. All times are given in British Standard Time. For more information please phone on +44 181 870 8517 or fax +44 181 874 8344

Monday 18th December 2000

00.05	Tilawat, News
00.40	Children's Corner: Class No.104,
00.41 01.10	*Dars ul Quran No.17*
	By Hadhrat Khalifatul Masih IV
02.50	Ramadhan Quiz: 'Rahmat'
03.10	Liqa Ma'al Arab: Session No.86 ®
04.25	Huzoor's Mulaqat: With Young Lajna & Nasirat
04.26	Tilawat
05.30	Seerat Un Nabi (SAW) Programme:
06.05	Tilawat, News
06.45	Children's Corner: 'Ramadhan and Us'
	Hosted by Bashir Orchard Sb
06.55	Children's Corner: With Hazoor Class No.104
07.25	Ramadhan Quiz: 'Rahmat'
07.55	Documentary: Mango Show 2000 – Part 2
08.45	Liqaa Ma'al Arab: Session No.86 ®
09.55	Indonesian Service: Friday Sermon
11.10	*Dars ul Quran No.18*
	By Hadhrat Khalifatul Masih IV
13.05	Tilawat, News, Nazm
13.50	Bangali Service: Various Items
14.50	Rencontre Avec Les Francophones
15.50	Tilawat
16.00	Dars Hadiths: Presentation MTA Belgium
16.20	Children's Class: Lesson No.106 / Part 1
16.55	German Service: Various Programmes
18.05	Tilawat,
18.20	Urdu Class: Lesson No.10
19.15	Liqa Ma'al Arab: Session No.89
20.15	Turkish Programme: By Dr. Shams Sb.
20.55	Darood Shareef
21.00	*Dars ul Quran No.18*
	By Hadhrat Khalifatul Masih IV ®
22.30	Recontre Avec Les Francophones ®
23.30	Seerat Un Nabi (saw): By Abdul Shahid Sb.
	Presentation of MTA Pakistan

Tuesday 19th December 2000

00.05	Tilawat, News
00.35	Children's Corner: By Hazoor
	Class No.106 – Part 1®
01.10	*Dars ul Quran No.18:* By Hazoor ®
02.40	Liqa Ma'al Arab: Session No.89 ®
03.50	Recontre Avec Les Francophones
04.55	Darse Hadith: By Mubashir Ayaz Sb
05.10	Seeratun Nabi (saw) Programme No.13
	Host: Saood Ahmad Khan Sb.
06.05	Tilawat, News
06.30	Children's Class: No. 106 Part 1 ®
07.05	Pushto Programme: F/S Rec: 28.07.99
08.05	Liqaa Ma'al Arab: Session No.89 ®
09.25	Udru Class: Lesson No.10 ®
10.10	Indonesian Service: Various Programmes
11.10	*Darsul Quran No.19:*
	By Hadhrat Khalifatul Masih IV
12.30	*Ramdhan Programme No.4* : Talk by
	Zaheer Ahmad Khan Sb.
13.00	Tilawat, News
13.40	Bengali Service: Various Items
14.40	Bengali Mulaqat: Rec,15.02.00
	With Huzoor and Bangla Speaking guests
15.40	Tilawat, Hadith
16.10	Seeratun Nabi (saw) Programme No.13 ®
16.55	German Service: Various Items
18.05	Tilawat,
18.20	Udru Class: Lesson No.11
19.10	Liqaa Ma'al Arab: Session No.90
20.15	MTA Norway: Special Ramadhan Programme
20.40	*Dars ul Quran No.19*: By Hazoor ®
22.15	*Seeratun Nabi (saw):*
	By Fareed Ahmad Naveed Sb.
22.30	Bengali Mulaqat: With Hazoor ®
23.30	*Ramadhan Programme:* Prog. No.4
	Host: Zaheer Ahmad Khan Sb.®

Wednesday 20th December 2000

00.05	Tilawat, News
00.35	Children's Corner: Children's Workshop
	Programme No.1
01.10	*Dars ul Quran No.19 :* By Hazoor ®
02.45	Liqaa Ma'al Arab : Session No.90 ®
03.50	Bengali Mulaqat: With Huzoor ®
04.40	Tilawat
04.50	*Ramadhan Programme:*
	Host: Zaheer Ahmad Khan Sb.
05.15	Seeratun Nabi (saw): Prog. No.14
	Host: Saood Ahmad Khan Sb.
06.05	Tilawat, News
06.40	Children's Corner: Children's Workshop
07.05	Swahili Programme: Friday Sermon
	Delivered by Huzoor – Rec.24.10.00
08.10	Swahili Programme: Dars ul Hadith
08.30	Hamari Kaenat: Programme No.71
	Hosted by Syed Tahir Ahmad Sahib
08.55	Liqa Ma'al Arab: Session No.90 ®
10.00	Indonesian Service: Ramadhan Items
11.00	*Dars ul Quran No.20:*
	by Hadhrat Khalifatul Masih IV
13.00	Tilawat, News
13.45	Bengali Programme: Various Items
14.45	Atfal Mulaqat: Rec:16.02.00
15.45	Tilawat
16.00	*Ramadhan Programme:* MTA Belgium
16.10	Seerat un Nabi (saw): Hosted by Saood
	Ahmad Khan Sahib ®
16.55	German Service: Various Items
18.05	Tilawat
18.20	Urdu Class: By Hazoor – Lesson No.12
	By Hadhrat Khalifatul Masih IV
19.30	Liqa Ma'al Arab: Session no. 91
20.30	French Programme: About Ramadhan
21.00	*Dars ul Quran No.20:* By Hazoor ®
22.40	Atfal Mulaqat: With Huzoor ®
23.35	A Page From The History of Ahmadiyyat
	By Yousaf Sohail Shauq Sb.

Thursday 21st December 2000

00.05	Tilawat, News
00.30	Children's Corner: Guldasta No.5
	Produced by MTA Lahore
01.05	*Dars ul Quran No.20* : By Hazoor ®
02.45	Liqa Ma' al Arab: Session No.91 ®
03.50	Atfal Mulaqat: With Hazoor
04.50	Tilawat,
05.05	Seerat un Nabi(saw): Prog. No.15
	Host: Saood Ahmad Khan Sb. ®
06.05	Tilawat, News
06.30	Children's Corner: Guldasta ®
07.05	Sindhi Programme: F/S Rec.31.12.99
	By Huzoor, With Sindhi Translation
08.10	Tabarrukat: Jalsa Salana Rabwah 1968
	Speech by Maulana Abdul Atta Sb.
	'Khilafat Rashida & Renewal of Religion'
09.00	Urdu Class: Lesson No.12 ®
10.05	Indonesian Service: Ramadhan Items
11.00	*Dars ul Quran No.21:*
	Delivered by Hadhrat Khalifatul Masih IV
12.30	Quran-e-Kareem & Ramadhan
	Host: Mohammad Azam Akseer Sb.
13.10	Tilawat, News
13.45	Bengali Service: Friday Sermon
	By Huzoor, Rec: 07.10.94
14.45	Q/A Session With English Speaking Guests
	With Huzoor Rec:10.05.98
15.45	Tilawat,
15.55	*Ramadhan Programme:* MTA Belgium
16.10	Seerat-un-Nabi(SAW): Programme No.15
	Host: Saood Ahmad Sb. ®
16.55	German Service: Various Items
18.05	Tilawat,
18.20	Urdu Class: By Hadhrat Khalifatul Masih IV
19.30	Liqa Ma'al Arab: Session No.92
20.35	MTA Lifestyle: Al Maidah, 'Lal sharbat'
21.00	*Dars ul Quran No.21:* By Hazoor ®
22.35	Tabarrukat: Speech by
	Hadhrat Maulana Abdul Atta Sb.
23.40	Quiz History of Ahmadiyyat: No.66 / Part 2

Friday 22nd December 2000

00.05	Tilawat, News
00.30	Children's Corner: Waqfeen-e-Nau
01.10	*Dars ul Quran No.21 :* By Hazoor ®
02.50	Liqa Ma'al Arab: Session No.92 ®
03.55	Q/A Session: English Speaking Guests ®
04.55	Tilwat
05.05	Seerat un Nabi(saw): Prog. No.16
	Host: Saood Ahmad Khan Sb.
06.05	Tilawat, Dars ul Hadith, News
06.45	Children's Corner: Waqfeen-e-Nau ®
07.15	Quiz: History of Ahmadiyyat No.66 /P.2 ®
07.40	Saraiky Programme: F/S Rec: 25.02.00
	With Siraiky Translation
08.30	Speech: by Hafiz Muzaffer Ahmad Sb.
09.30	Urdu Class: By Hazoor – Lesson No.13 ®
10.20	Speech: Acceptance of prayers
	By Malik Munawar Ahmad Javed Sahib
11.00	Indonesian Service: Tilawat, Malfoozat
11.30	Bengali Service: Various items
12.05	Tilawat, Dars Malfoozat, News
12.50	Nazm, Darood Shareef
13.00	Friday Sermon: From London
14.00	Documentary: 'Ooshoo Multan'
14.25	Majlis-e-Irfan: With Urdu Speaking
15.25	Dars Hadith, Tilawat
15.50	Friday Sermon: From London ®
16.55	German Service: Various Items
18.05	Tilawat, Dars ul Hadith
18.30	Urdu Class: By Hazoor – Lesson No.14
19.40	Liqa Ma'al Arab: Session No.93
20.40	Speech: Jalsa/Salana Holland 2000
	By Hadhrat Khalifatul Masih IV
21.20	Documentary:'Ossho – Multan '
21.45	Friday Sermon: By Hazoor ®
22.55	Majlis-e-Irfan with Huzoor: ®

Saturday 23th December 2000

00.05	Tilawat, News
00.40	Documentary ®
01.15	Friday Sermon: By Hazoor ®
02.15	Liqaa Ma'al Arab: Session No.93 ®
03.20	Majlis Irfan: With Hazoor®
04.20	Computers for Everyone: Part 78
04.55	Tilawat
05.00	Speech:by Mau. Mubashir A. Kahloon Sb.
05.35	Seetaun Nabi (saw): Prog. No.2
06.05	Tilawat, Dars ul Hadith, News
06.55	Documentary:
07.25	MTA Mauritius: 'Laila-tul-Qadr'
08.05	Weekly Preview
08.20	MTA Qadian
09.00	Urdu Class: By Hazoor – Lesson No.14 ®
10.00	Indonesian Service: Various Items
11.10	*Dars ul Quran No.22 :*
	Delivered by Hadhrat Khalifatul Masih IV
12.30	Speech: By Mau. Mubashir A. Kahloon Sb.
13.05	Tilawat, News
13.45	Bengali Service: Various Items
14.45	Children's Class: Rec.19.02.00
	By Hadhrat Khalifatul Masih IV
15.50	Tilawat, Dars ul Hadith
16.15	Seeratun Nabi (saw): Prog. No.2 ®
16.40	Weekly Preview
16.55	German Service: Various Items
18.05	Tilawat,
18.15	Urdu Class: By Hazoor – Lesson No.15
19.15	Liqa Ma'al Arab: Session No.94
20.20	Arabic Programme: Tafseer-ul-Kabir
20.50	*Dars ul Quran No.22:* By Hazoor
22.20	Qadian Programme: ®
23.00	Children's Class: With Hazoor®

Sunday 24th December 2000

00.05	Tilawat, News
00.40	Quiz Khutabat-e-Iman
01.05	*Dars ul Quran No.22 :* By Hazoor ®
02.40	Liqa Ma'al Arab: Session No.94 ®
03.50	Canadian Horizons: Children's Class No.60
04.50	Tilawat , Dars ul Hadith, Weekly Preview
05.30	*Ramadhan Programme:* Discussion ®
05.40	Seerat-un- Nabi (saw)
06.05	Tilawat, News, Weekly Preview
07.00	Quiz Khutbat-e-Imam ®
07.25	German Mulaqat: With Hazoor ®
08.15	Chinese Programme: Part 19
08.45	Hadith: From MTA Begium ®
09.00	Urdu Class: By Hazoor – Lesson No.14 ®
10.10	Indonesian Service: Various Programmes
11.10	*Dars ul Quran No 23:* By Hazoor
13.00	Tilawat, News
13.50	Bengali Service: Various Items
14.50	Friday Sermon: ®
15.50	Tilawat, Dars ul Hadith, Weekly Preview
16.30	Children's Class: No.106 Final Part
16.55	German Service: Various Items
18.05	Tilawat,
18.20	Urdu Class: By Hazoor – Lesson No.16
19.20	Liqa Ma'al Arab: Session No.95
	Rec: 31.10.95
20.20	MTA USA: Messiah 2000
	Zion City Conference, Part 3 / Final Part
21.25	*Dars ul Quran No.23 :* By Hazoor
23.00	Mulaqat: Young Lajna & Nasirat ®

Translations for Huzoor's Programmes are available on the following Audio frequencies:
English: 7.02 mhz, Arabic: 7.20 mhz, Bengali: 7.38 mhz, French: 7.56 mhz, German: 7.74 mhz, Indonesian/ Russian: 7.92 mhz, Turkish: 8.10 mhz,
Prepared by the MTA Scheduling Department.

Al Fazl International Weekly, London

ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8870 8517
Fax: (020) 8875 0249

16 GRESSENHALL ROAD, LONDON SW18 5QL (U.K.)

Vol. 7 Friday, December 15, 2000 Issue No. 50

حاصل مطالعہ

دوست محمد شاھد۔ مؤرخ احمدیت

روح حسین کی پکار

جناب طاہر القادری (چیئرمین پاکستان عوامی تحریک) کے افکار و خیالات کے ترجمان ماہنامہ "مصطفوی" (شمارہ جون/جولائی ۲۰۰۰ء صفحہ ۱۲،۱۳) پر ظہیر مغل کے ایک مضمون کا عبرت آموز اقتباس:

"آج پھر روح حسین پکار رہی ہے۔ صدائیں دے رہی ہے آج میرے نام لیوا کہاں ہیں، آج غلامان اہل بیت کہاں ہیں، آج غلامان حسین کہاں ہیں۔ آج پھر دنیا بھر میں باطل طاغوتی اور یزیدی نظام قائم ہے۔ آج میرے نانا کے نام پر حاصل کئے گئے پاکستان میں بھی یزیدی نظام قائم ہے۔ یزیدی قوتیں غالب ہیں لیکن افسوس حسینیت کو زندہ کرنے والے کہاں ہیں؟"۔

سیدنا حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے دعویٰ مسیحیت کی پہلی کتاب "فتح اسلام" (مطبوعہ ۱۸۹۱ء) میں اس عالمی کیفیت کا نقشہ مندرجہ ذیل دردانگیز شعر میں کھینچا تھا۔

ہر طرف کفر است جوشاں ہمچو افواج یزید
دین حق بیمار و بے کس ہمچو زین العابدین

شاید مشہور فارسی شاعر علامہ نوعی خراسانی (وفات ۱۶۱۰ء) نے اپنے زمانہ کے معاشرہ کو اسی کے ہمرنگ پاکر اپنے دیوان کے آغاز ہی میں یہ حسینی نعرہ بلند کیا تھا۔

کربلائے عشقم و لب تشنہ سر تاپائے من
صد حسین کشتہ در ہر گوشۂ صحرائے من

علامہ نوعی کے غیر مطبوعہ قلمی دیوان کا ایک نسخہ برٹش میوزیم لنڈن میں موجود ہے۔ علامہ کے شعر کا مطلب یہ ہے کہ مَیں کربلائے عشق اور سرتاپا تشنہ ہوں میرے صحرا کے ہر گوشہ میں سو (۱۰۰) حسین جام شہادت نوش کرچکے ہیں۔

☆......☆......☆......☆

پوری مسلم دنیا قہر خداوندی کی زد میں

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب 'امیر تنظیم اسلامی' کے رسالہ "میثاق" جون ۲۰۰۰ء کے صفحہ ۷۷ تا ۷۹ میں لکھا ہے:

"اپنے تمام تر دعووں کے باوجود ہم نے اسلام کے لئے کچھ نہیں کیا...... اس بات کا اندازہ اس امر سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ معاشرے میں فحاشی کس قدر تیزی سے پھیل رہی ہے۔ یہ بات ہم سب کے لئے انتہائی قابل افسوس اور قابل مذمت ہے۔ سینما گھروں کے باہر، ویڈیو شاپس کے باہر، چوراہوں پر، ریلوے سٹیشن، ائرپورٹ، ہسپتال، یہاں تک کہ مساجد کی دیواروں پر بھی خواتین کے نیم عریاں اور فحش قسم کے پوسٹر دکھائی دیتے ہیں جن کو دیکھ کر آنکھیں شرم سے جھک جاتی ہیں۔

ہمارے ذہنوں میں یہ سوال اٹھتا ہے کہ کیا ہم سب مسلمان ہیں؟ ہمارا دین تو ہمیں شرم و حیا کے دائرے میں رہ کر زندگی بسر کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ مگر ہم نے رحمٰن کی بجائے شیطان کی پیروی شروع کردی ہے۔ کیا ہم آج یہ کہنے کے قابل ہیں کہ ہم اسلامی جمہوریہ پاکستان کے باشندے ہیں جہاں کا سرکاری مذہب اسلام ہے؟ ہم خدا، اس کے رسول ﷺ، فرشتوں اور الہامی کتابوں پر ایمان کا دعویٰ کر کے یہ سمجھتے ہیں کہ ہم اسلام کی بہت بڑی خدمت کر رہے ہیں۔ ہمارے تمام دعوے زبانی کلامی ہیں جبکہ **عملی طور پر ہم نے دین کی فلاح و بہبود کے لئے کچھ نہیں کیا۔ ہم نے اسلام کی تعلیمات کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ جبھی تو آج ہمارے معاشرے کی یہ تصویر نظر آرہی ہے۔**

ہماری نوجوان نسل جو دین کے بقاء اور فروغ میں اہم کردار ادا کر سکتی تھی وہ بھی گمراہی کا شکار ہے۔ ہماری نوجوان نسل نے ناچ گانے کو اپنی زندگیوں کا مقصد بنالیا ہے۔ ہماری نوجوان نسل ان بے ہودہ اور فحش پروگراموں کی اس قدر عادی ہو چکی ہے کہ ہفتہ بھر ان کا بے تابی سے انتظار کیا جاتا ہے۔ ایسے فضول اور لغو پروگراموں کے لئے ایسی ہر مصروفیت یہاں تک کہ تعلیم کو بھی پس پشت ڈال دیا جاتا ہے۔ والدین بھی اولاد کی ان سرگرمیوں پر ان کی سرزنش نہیں کرتے، انہیں اچھے برے میں تمیز کرنا نہیں سکھاتے اور نہ ہی اولاد کی روحانی تربیت کا اہتمام کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک بچوں کا انگریزی تعلیم سیکھنا دینی تعلیم سیکھنے سے زیادہ ضروری ہے۔ ہمارا نصاب تعلیم جو قرآن کی تعلیمات سے مزین ہونا چاہئے تھا، آج اس میں یہ چیزیں برائے نام شامل کی جارہی ہیں۔ آج ہم اپنے نصاب تعلیم میں خاندانی منصوبہ بندی اور جنسی تعلیم کو شامل کرنے کی باتیں کر رہے ہیں، حالانکہ یہ باتیں ہماری اخلاقی اقدار کے منافی ہیں۔ مغربیت سیکھنے کی ان ناکام کوششوں میں ہم اپنا وجود اور شناخت کھو بیٹھے ہیں اور اب ہم دین کے رہے ہیں نہ دنیا کے۔

آج کے والدین کی بے حسی کا یہ عالم ہے کہ وہ بیٹیوں کی بے پردگی اور بے باکی کو خود اعتمادی کا نام دے کر اپنے آپ کو جھوٹی تسلیاں دیتے ہیں اور اس خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ اس طرح ان کی بچیاں جدید معاشرتی طور طریقے سیکھ رہی ہیں۔

آج کے دور میں اگر کوئی صاحبِ ایمان اس بے دینی، بے حیائی اور فحاشی کے خلاف آواز اٹھائے تو ہم اس کو دقیانوسی اور فرسودہ خیالات کا مالک کہہ کر اس کے تصورات کو موجودہ دور کے ماڈرن تقاضوں کو پورا کرنے کے قابل نہیں سمجھتے۔

تاریخ اس امر کی گواہ ہے کہ جس قوم نے بھی خدا کی حدود و قیود کی خلاف ورزی کی، قہر خداوندی اس قوم کا مقدر بنا۔ آج ہم مسلمان جس ذلت اور پستی کا شکار ہیں اس کا بڑا سبب بے حیائی اور دین کے اصولوں سے انحراف ہے۔

ہر سیاسی جماعت عوام کو اسلامی نظام کے نفاذ کی نوید تو سناتی ہے۔ مگر یہاں کسی دور میں بھی اسلامی اصولوں کا اطلاق نہیں کیا گیا، بلکہ اسلامی نظام کے نفاذ کے علمبردار حکومت میں آتے ہی اپنے تمام وعدوں کو بھول کر دنیا کی رنگینیوں میں کھوجاتے ہیں۔

باقی صفحہ نمبر ۱۳ پر ملاحظہ فرمائیں

اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَاللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ (التوبہ:۱۸)

دنیا بھر میں احمدیہ مساجد کی تعمیر

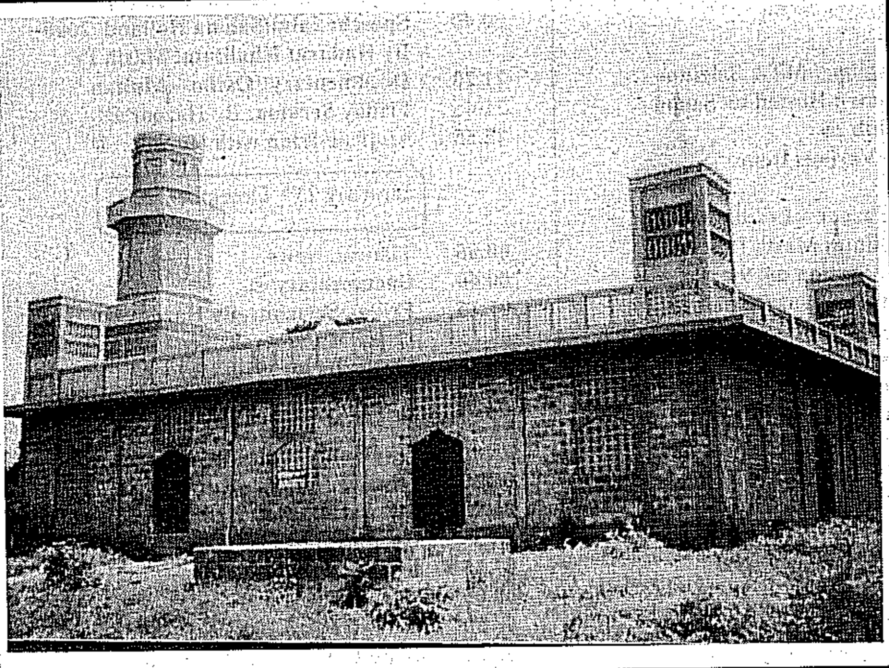

گاؤں کا نام: Takana Dioulasso
ملک: آئیوری کوسٹ (Ivory Coast) (مغربی افریقہ)
محل وقوع: Boniere Dougou

قریباً چودہ ہزار افراد پر مشتمل اس گاؤں میں اس مسجد کی تعمیر میں اہالیان گاؤں نے دو ہزار پاؤنڈز سے زائد اخراجات مشترکہ طور پر برداشت کئے۔ اور پھر وقار عمل کے ذریعہ سے بھی بہت محنت، مشقت اور اخلاص کے ساتھ کام کیا۔ اس گاؤں میں مخالفانہ پراپیگنڈا بھی بہت شدید تھا۔ اور مخالفین طنزاً کہتے تھے دیکھیں گے جب یہ مسجد پایہ تکمیل کو پہنچے گی۔ اس گاؤں کے امام کا اثر ارد گرد کے ۷۵ سے زائد دیہات پر ہے۔ باوجود شدید مخالفت کے اس گاؤں کی اکثریت احمدیت سے پیوستہ رہی اور مسجد کی تکمیل سے مخالفین کو سخت ندامت کا سامنا کرنا پڑا اور خود سب سے بڑے مخالف کا بیٹا احمدیت کا مخلص اور مستعد رکن بن گیا۔ اور گاؤں میں داخلے کے مقام پر حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ کی خواہش کے مطابق احمدیہ گاؤں اور احمدیہ مسجد کا بورڈ آویزاں کردیا۔ اور اس کے بعد خود اس کے باپ کو بھی احمدیت یعنی حقیقی اسلام میں شمولیت کے سوا کوئی چارہ نہ رہا۔ (فالحمدللہ)

معاند احمدیت، شریر اور فتنہ پرور مفسد ملاؤں کو پیش نظر رکھتے ہوئے خصوصیت سے حسب ذیل دعا بکثرت پڑھیں

اَللّٰهُمَّ مَزِّقْهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ وَ سَحِّقْهُمْ تَسْحِيقاً

اے اللہ انہیں پارہ پارہ کردے، انہیں پیس کر رکھ دے اور ان کی خاک اڑادے۔